احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جون 2012ء

بیت المقدس سے سفرِ معراج کے آغاز کی حکمتیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

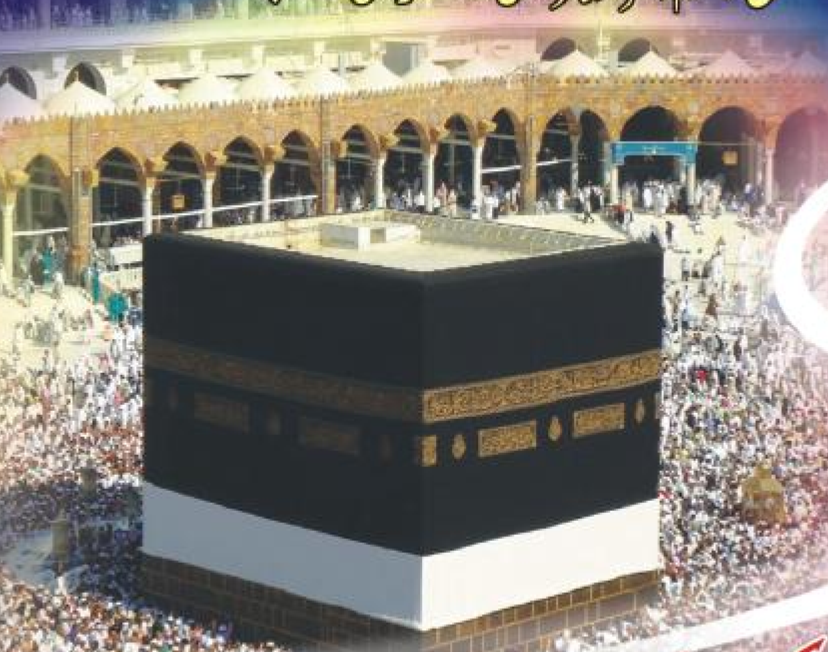

تجدیدِ دین اور اس کے تقاضے

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں

(ادارتی تحریر)

تعلیماتِ طریقت و شریعت سے بے بہرہ جعلی پیری مریدی

یا حاکم الحاکمین!

قریۂ عشقِ پیمبرؐ کا مجھے سلطان کر
یعنی، فقرِ شاہؐ کا ادنیٰ سا اک دربان کر
ہر گھڑی مصروف رکھ، مدحت نگاری میں مجھے
نعت کی تخلیق کا ہر مرحلہ آسان کر
خوشبوؤں نے آج بھی باندھا ہے سامانِ سفر
شہرِ سرکارِ دو عالمؐ کا مجھے مہمان کر
ہر قدم پر عظمتِ رفتہ کی چمکے روشنی
میرے پاکستان کو سچ مچ کا پاکستان کر
داخلی ہر راستہ مسدود ہے، میرے خدا
آج بھی جاری زمیں پر آج کا فرمان کر
ہو مری پہچان سرکارِ مدینہؐ کے طفیل
اپنے اک ادنیٰ سے بندے پر تُو یہ احسان کر
یا خدا! جھوٹے خداؤں کا ہے یہ حکمِ جدید
اپنی قبریں کھودنے کا آپ ہی اعلان کر
اپنے بچوں کو وراثت میں مَیں دوں گا آفتاب
مجھ کو بھی یارب! غلامِ صاحبِ قرآن کر
یہ یقیں رکھ، شاعرِ خیرالبشرؐ! محشر کے دن
آپؐ قدموں میں بلائیں گے تجھے پہچان کر
نا سمجھ، سورج ہتھیلی پر غلامی کے سجا
نعت لکھ کر اہلِ فن کو آج بھی حیران کر
آسمانی ہر صحیفے میں محاسن آپؐ کے
تُو کتابِ زندگی کا آپؐ کو عنوان کر
دامنِ دل میں سجا نقشِ قدم سرکارؐ کے
اپنی بخشش کا ریاضؔ خوشنوا سامان کر

(ریاضؔ حسین چودھری)

نعت بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جہاں میں جس قدر شانِ رسالت کی دہائی ہے
فلک پر اس سے بھی برتر جمالِ مصطفائی ہے

میں قرباں، آپ کی آمد ہوئی اُس رات جس جا پر
کہ اُس جا پر فرشتوں نے پروں سے کی صفائی ہے

یہی وہ وہ نور، ضوافشاں ہے اب سارے زمانے پر
کہ اسی اک نور سے عالم میں فیضِ روشنائی ہے

منور ہوگئی ہر شے انہی انوار کے صدقے
نجوم و مہر و مہ نے بھی جلا انہی سے پائی ہے

خوشا جب وہ خرام ناز تھے عرش معلیٰ پر
فرشتوں نے سلامی دی کہ اُن کی رونمائی ہے

عطا فاروق مضطر کو بھی ہو نعلین کا صدقہ
کہ اس بے مایہ خاکِ پا نے نعت اُن کی بنائی ہے

(فاروق احمد محمود)

اداریہ:

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں

عرفِ عام میں عزتِ نفس، خود داری اور وقار کو غیرت کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ وقار ذاتی بھی ہوتا ہے اور قومی بھی۔ اسی طرح عزت نفس اور خود داری جہاں انفرادی خصوصیت ہوتی ہے وہاں قومی اور ملی سطح پر اس کی ضرورت و اہمیت کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ دین اسلام بنیادی طور پر فرد سے لے کر معاشرے اور معاشرے سے لے کر قوم اور ملت کی ہر سطح پر وقار، عزت، آبرو اور غیرت وحمیت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے ثقافتی، سماجی، سیاسی اور مذہبی پہلوؤں میں جس پر بھی نظر دوڑائیں آپ کو ہر کہیں وقار اور حسن معنوی کی تہہ درتہہ گہرائیاں ملیں گی۔ شرک کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ظلم عظیم کہا ہے کہ اس میں بندہ خالق کی جگہ حقیر اشیاء کے سامنے سجدہ ریز ہوکر اعلیٰ انسانی وقار کو خاک میں ملاتا ہے۔

قومی زندگی کا وقار بھی خود داری اور غیرت وحمیت پر مبنی کارکردگی سے مشروط ہے۔ جن قوموں کو اجتماعی عزت اور وقار عزیز ہوتا ہے وہ ذاتی زندگی میں بے شمار ضرورتوں کی قربانیاں دینے کی عادی ہوتی ہیں کیونکہ وہ اسی قومی وقار اور عزت کے اندر اپنی انفرادی غیرت وحمیت دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ شہید کو اسلام میں اسی لئے نہایت قدر و منزلت حاصل ہے کہ وہ وسیع تر دینی اور قومی وقار کے پیش نظر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ اسلام کی فاتحانہ شان وشوکت کو دس بارہ صدیاں اسی جذبہ غیرت وحمیت نے سربلند رکھا۔ پھر جب انفرادی مفادات قومی مفادات پر غالب آنے لگے تو قومی اور ملی تشخص اور شان وشوکت کے بلند و بالا مینار بھی زمین بوس ہوگئے۔

جنگ عظیم اول کی تاریخی فتح کا جشن منانے والے برطانوی حکمران چرچل نے اسی اسلامی اجتماعی وقار کا مذاق اڑاتے ہوئے سلطنت عثمانیہ کے نقشے پر اپنے ہاتھ سے الٹی سیدھی لکیریں کھینچی تھیں جو بعد میں ٹکڑے ٹکڑے اسلامی دنیا کی سرحدوں میں تبدیل ہوگئیں۔ وہ دن اور آج کا دن ایک صدی گزر چکی ہے مسلمان اجتماعی وقار اور سیاسی استحکام کو ترس گئے ہیں۔ ان کی غیرت وحمیت بھی اب اسی طرح ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے۔ اس دور بے عزتی سے نکلنے کے لئے مسلمانوں نے پوری دنیا میں اگرچہ مزاحمتی تحریکیں شروع کررکھی ہیں لیکن مخالفین نے انہیں اس زوال میں بھی فکری، مذہبی، سیاسی اور ثقافتی انتشار کا شکار بنا رکھا ہے۔ مکار، چالاک اور دور اندیش دشمن نے مسلمانوں کے اجتماعی وقار اور غیرت ملی کو خاک میں ملانے کے لئے بے شمار ہمفرے، میر جعفر اور لارنس آف عربیہ متحرک کررکھے ہیں۔

عالم اسلام کی موجودہ صورت حال کو دیکھ کر دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ نبی آخرالزمان رسول کائنات ﷺ کی اس امت پر کس طرح کے حکمرانوں نے تسلط جمالیا ہے؟ انہیں ذاتی گروہی اور علاقائی سیاست میں الجھا کر ان کی اجتماعی وقار کی منزل کو کتنا دور کردیا ہے۔ پاکستان کا وجود بھی گذشتہ صدی میں اسی اسلامی اساس پر ابھرا تھا کہ یہاں کے کلمہ گو مسلمانوں کو شخصی عزت و وقار کی بحالی کے ساتھ قومی اور ملی غیرت وحمیت کا موقع بھی ملے گا۔ اقبال اور قائد کے ہمراہ جن ہزاروں عمائدین اسلام نے قربانیاں دیں اور تحریک کی بنیادوں میں لاکھوں مسلمانوں نے اپنا خون بہایا وہ بھی دین

کے نام پر بننے والی اسی مملکت خداداد کے لئے تھا۔ کسے معلوم تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اور خونی ہجرت کے نتیجے میں بننے والا یہ مسلم ملک بددیانت حکمرانوں کے ہاتھوں کھلونا بن جائے گا۔ آج کا پاکستان وہ بدنصیب مسلمان ملک ہے جہاں کوئی طبقہ، کسی دور میں بھی خوش نہیں رہا یہاں کے اساتذہ، طلباء، وکلاء، مزدور، صنعتکار، کاشتکار اور عوام الناس گذشتہ 60 سالوں سے ملکی خوشحالی اور قومی وقار کے خواب دیکھ رہے ہیں، انہیں ہر حکمران دھوکا دیتا اور لوٹتا رہا ہے۔ انہی ہوس پرست حکمرانوں کی غلطیوں سے آج ہم سر سے پاؤں تک دشمن قوتوں کے مقروض ہو چکے ہیں۔

ہماری قومی اسمبلی ملک وقوم کی سلامتی پر مبنی قرار دادیں منظور کرتی ہے مگر استعماری طاقتیں اس طرح کی کسی بھی ''قرار داد'' کو نہ صرف خاطر میں ہی نہیں لاتیں بلکہ معذرت کی بجائے مزید غصہ کا اظہار کرتے ہوئے اس سے بھی بڑھ کر اپنے اہداف کے تعاقب میں کاروائیاں جاری رکھتی ہیں۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ہمیں فرنٹ لائن اتحادی بنا کر ہمارے ہی ہاتھوں ہمیں اپنا خون بہانے پر لگایا ہوا ہے۔ ایسا کیوں ہے۔۔۔؟

اس لئے کہ ہم بطور قوم اپنے پاؤں پر کھڑے ہی نہیں ہو رہے، وہی استعماری طاقتیں جو ہماری قومی آزادی اور وقار کو آئے روز اپنے پاؤں تلے روندتی ہیں ہم انہی کے مالیاتی اداروں سے اپنے اخراجات وصول کرنے کی عادتِ بد کا شکار ہیں۔ بقول شاعر

؎ میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب　　اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

سوال یہ ہے کہ حالیہ بجٹ میں ہماری وفاقی حکومت نے عوام کو جو لالی پوپ دینے کی کوشش کی ہے، اس قدر خسارے اور قرضوں کی معیشت میں اس پر کیسے عمل ہوگا؟ موجودہ حکومت نے عوامی خدمت کے نام پر عالمی مالیاتی اداروں سے چار سال میں اتنے قرضے حاصل کر لئے ہیں جتنے گذشتہ ساٹھ سالوں میں مختلف حکومتوں نے وصول کئے تھے۔

پاکستان اس وقت تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہا ہے۔ اسے ایک طرف مشرقی سرحدوں پر خطرات درپیش ہیں اور دوسری طرف ہمسایہ ملک افغانستان میں اسلام مخالف قوتیں پاکستان میں بے جا مداخلت کا کھیل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہماری مرکزی اور صوبائی حکومتیں ان تمام بیرونی خطرات سے آنکھیں بند کرکے آئندہ الیکشن میں عوام کو بے وقوف بنانے کے حربے سوچ رہی ہیں۔ ہمارے ملک میں شریک اقتدار اور نمائشی اپوزیشن میں بیٹھی سیاسی جماعتیں روائتی سیاست کررہی ہیں۔ توانائی کے بحران نے ملک کو بے روزگاری کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ سکول کے بچوں سے لے کر اساتذہ اور مزدور سے لے کر کارخانہ دار تک ہر شخص لوڈ شیڈنگ کا عذاب جھیل رہا ہے۔ وزیراعظم پاکستان توہین عدالت کے جرم میں سزا یافتہ ہیں۔ اصولی طور پر انہیں باعزت استعفیٰ دے کر گھر چلے جانا چاہیئے تھا لیکن انہوں نے عدلیہ کو مذاق بنانے میں قومی خدمت جاری رکھی ہوئی ہے۔ ہر روز جیالے وزراء اور مشیروں کے نئے سے نئے سکینڈل سامنے آرہے ہیں مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہورہے۔ قوم پر مسلط حکمران تمام تر عوامی مسائل اور مشکلات کے باوجود ''سب اچھا'' کی گردانیں الاپ رہے ہیں۔ پاکستانی قوم بار بار لٹتی اور پٹتی ہے۔ اس کا احساس و شعور مفلوج ہورہا ہے۔ الغرض قومی معاملات ہوں یا بین الاقوامی ہر جگہ عزت سے جینے کے اصول اور تقاضے ہوتے ہیں مگر ہم اور ہماری سیاسی قیادتیں قومی غیرت وحمیت کی نعمت سے محروم ہورہی ہیں۔ کاش ہمیں احساس ہوتا کہ

؎ غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں　　پہناتی ہے درویش کو یہ تاجِ سردارا

ڈاکٹر علی اکبر قادری

بیت المقدس سے سفر معراج کے آغاز کی حکمتیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب☆

مرتّب: محمد یوسف منہاجین

رب کائنات نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. (بنی اسرائیل:١)

''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے''۔

حضور ﷺ کے لئے شب معراج نہایت فضیلت والی رات ہے اس لئے کہ اس رات آقا ﷺ کو اللہ پاک سے ملاقات اور دیدار کی سعادت نصیب ہوئی۔ قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا معجزہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو اسراء و معراج کی صورت میں عطا فرمایا۔ آقا ﷺ کو اس سے بڑھ کر اور کیا شان و فضیلت نصیب ہوسکتی ہے کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملاقات، دیدار، اس کے کلام کا سماع، بلا حجاب گفتگو، خصوصی خلوت اور حضوری عطا ہوئی۔

شب معراج آقا ﷺ کی خوشیوں کی رات ہے۔ جس رات آقا ﷺ کی خوشی، مسرت، فرحت، لذت و حلاوت انتہاء وعروج پر ہے اس رات سے بڑھ کر آقا ﷺ کی زندگی میں کوئی اور خوشی کی رات نہیں ہے۔ پس اس رات کو امت خوشی منائے، آقا ﷺ کو یاد کرے اور ان پہ درود و سلام بھیجے۔ جس رات کی ساعتوں میں آقا ﷺ خود خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی، اس سے بڑھ کر ان کے لئے اور کوئی نعمت نہیں، باقی ساری نعمتیں ہمارے لئے ہیں۔

سفرِ معراج کے مراحل میں سے پہلا مرحلہ اسراء تھا یعنی مسجد حرام (مکہ) سے القدس (مسجد اقصیٰ) تک کا سفر۔ اس سفر میں کیا حکمتیں پنہاں تھیں؟ حضور ﷺ نے جب اللہ کے حضور اوپر ہی جانا تھا تو پھر مکہ سے مسجد اقصیٰ (القدس) کیوں لے جایا گیا؟ اس روٹ کو کیوں اختیار کیا گیا؟ سیدھا کعبۃ اللہ یعنی صحن کعبہ سے ہی براق کے ذریعے اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟

اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام کی حکمت خوب جانتا ہے، انسان تو اتنی حکمتیں جان سکتا ہے جتنا اس کا فہم، عقل، بصیرت، فراست اور علم و مطالعہ اس کو اجازت دیتا ہے۔ تاہم ائمہ و محدثین نے سفرِ معراج کے پہلے مرحلہ ''اسراء'' کی درج ذیل حکمتیں بیان فرمائی ہیں:

١۔ معجزہ معراج کی دلیل۔ بیت المقدس تک کا سفر

ہجرت سے ایک سال قبل معجزہ معراج کے

☆ ACD#1490 (Dated-26-6-11 لاہور)

وقت مکہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً 300 تھی جبکہ شہر مکہ کی آبادی اس وقت 10 لاکھ کے قریب تھی۔ اس وقت مکہ انٹرنیشنل Trade Center تھا، وہاں بین الاقوامی کلچرل و بزنس فیسٹیول اور نمائشیں ہوتی تھیں۔ اس ماحول میں آپ ﷺ نے اعلان کرنا تھا کہ میں آج رات کے تھوڑے سے حصہ میں آسمانوں پر گیا، سدرۃ المنتہیٰ اور عرش پر گیا، فوق العرش گیا اور اللہ سے ہمکلام ہوکر آیا۔ یہ سب سن کر لامحالہ انہوں نے انکار کیا کیونکہ وہ تو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر انکار کرگئے تھے کہ یہ جادو ہے، لہذا یہ کون مانتا کہ آقا ﷺ چشم زدن میں رات کے تھوڑے سے حصہ میں آسمان، عرش اور فوق العرش سے ہوکر واپس آگئے ہیں۔ پس انہوں نے آپ ﷺ کے اس معجزہ کا انکار کیا اور اس پر دلیل مانگی۔

دلیل اسے کہتے ہیں جو دلیل مانگنے والے کی سمجھ میں بھی آسکے، دلیل ہوتی ہی اس لئے ہے کہ وہ سمجھ میں آئے تاکہ دعویٰ کو مان سکیں۔ دلیل بھی اگر سمجھ میں نہ آئے تو اسکے دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ دلیل شہادت کو کہتے ہیں جسے Verify کیا جاسکے، اس پر تسلی ہو اور دلیل مانگنے والے کی سمجھ میں آئے تاکہ جو نظر نہیں آرہا وہ نظر آنے والی دلیل کے ذریعے مانا جاسکے۔

اللہ کو معلوم تھا کہ جب میرا محبوب دعویٰ معراج کرے گا تو کفار و مشرکین دلیل مانگیں گے تو ان کو وہ دلیل دینی پڑے گی جو نظر آنے والی اور سمجھ میں آنے والی ہو۔ اگر کعبۃ اللہ سے سیدھا آسمانوں پر اور پھر وہاں سے پار چلے گئے تو کفار و مشرکین کے دلیل مانگنے پر کیا فرمائیں گے، اس لئے کہ آسمانوں اور اُس سے اوپر کی بات کو بطور دلیل بیان نہ کرسکتے تھے کیونکہ انہوں نے تو اوپر کی دنیا کو دیکھا ہی نہیں تھا، انہیں کیا سمجھاتے، انہیں آسمانی کائنات کا کیا پتہ کہ اوپر کیا کیا چیزیں ہیں اور کیا نہیں ہیں؟ کیا درست مانیں اور کیا نہ مانیں؟ پس یہ منکرین کے لئے کوئی دلیل نہ بنتی تھی۔ دلیل یہ بنتی تھی کہ ایسی جگہ کا بیان کیا جائے جو انکار کرنے والوں نے دیکھ رکھی ہو۔

معجزہ معراج کا انکار کرنے والے تین طبقے تھے۔

۱۔کفار و مشرکین ۲۔ یہود ۳۔نصاریٰ

کفار و مشرکین میں سے اکثریت نے یروشلم، القدس اور مسجدِ اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا اور وہ تجارت کی غرض سے شام آتے جاتے تھے۔ معجزہ معراج کا انکار کرنے والے صرف کفار و مشرکین ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ بھی تھے اور انہیں بیت المقدس سے تاریخی وابستگی تھی۔ حضرت سلیمانؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کا قبلہ بیت المقدس تھا اس لئے یہودی و عیسائی بھی بیت المقدس سے آگاہ تھے۔

پس اللہ رب العزت نے چاہا کہ محبوب آپ ﷺ کو لیجانا تو اوپر ہی ہے مگر ایسے راستے سے لے جاتا ہوں جو بعد ازاں آپ کے اس سفر کا انکار کرنے والوں کے لئے دلیل بن سکے اور اُن پر حجت تمام ہوجائے۔ اس لئے کہ اگر سیدھا اوپر لے جاتا ہوں تو آسمانی کائنات کو کسی نے دیکھا ہوا ہی نہیں ہے، وہ دلیل مانگیں گے تو آپ ﷺ کہیں کہ پہلے آسمان پر یہ تھا اور دوسرے پر یہ تھا، وہ کیا جانیں، وہ تو پہلے ہی منکر ہیں۔ لہذا یہاں سے آقا ﷺ کو پہلے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، پھر واپس مسجد اقصیٰ پر اتارا گیا۔ قرآن نے بھی جب دعویٰ کیا تو فرمایا:۔۔۔ **اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا**۔۔۔ یعنی دعویٰ میں بھی مسجد اقصیٰ کا نام لیا کہ وہاں سے اوپر گئے۔ جب ایک شخص نے وہ جگہ دیکھی ہوئی نہ ہو اور اس کے دعویٰ میں اس کو Highlight کردیا جائے کہ میں آسمانوں تک وہاں سے ہوکر گیا، اس مسجد کے اندر انبیاء کرام کو جماعت کروائی نیز جن کو یہ دعویٰ سنایا جارہا ہے ان سب کو یقین ہو کہ آپ ﷺ آج تک زندگی میں وہاں جسمانی طور پر نہیں گئے۔ پاس اس صورت حال میں مسجد اقصیٰ حضور ﷺ کے پورے دعویٰ کی دلیل بن گئی۔

کفار و مشرکین خوش ہوگئے کہ محمد (ﷺ) کے دعویٰ کے ایک حصہ بیت المقدس تک جانے کو پکڑتے ہیں اور ان سے سوال کرتے ہیں اور اگر ان کا وہاں تک کا جانا درست اور سچا ثابت ہوگیا تو پھر اوپر جانا بھی درست ہوگا۔ اس لئے کہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں کوئی بیت المقدس، مسجد اقصیٰ سے واپس نہیں آسکتا جیسے آسمانوں سے جاکر واپس نہیں آسکتا ایسے ہی بیت المقدس سے ہوکر واپس مکہ نہیں آسکتا۔ یہ تو مہینوں کا سفر ہے اگر یہ ثابت ہوگیا اور انہوں نے ہمارے سوالات کے جوابات صحیح دے دیئے تو اتنا حصہ سچ ثابت ہونے پر دلیل بن جائے گی کہ باقی دعویٰ بھی حق ہے۔

اللہ پاک نے معجزہ معراج کے دعویٰ کو حق ثابت کرنے کے لئے بیت المقدس کو بطور دلیل پیش کرنا تھا اس لئے پہلے بیت المقدس لے گئے تاکہ کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منکرین دلیل مانگنا چاہیں تو اس دلیل کو مانگیں جو انہوں نے بھی دیکھ رکھی ہو۔ جب آپ ﷺ نے اعلان کیا تو یہی ہوا کہ کہا گیا آپ ﷺ ہمیں دلیل دیں، فرمایا: پوچھو جو دلیل پوچھتے ہو؟ انہوں نے مسجد اقصیٰ کی تفصیلات پوچھیں۔ اللہ کا ارادہ بھی یہی تھا کہ جب وہ مسجد اقصیٰ کی تفصیلات پوچھیں گے تو وہ آسمانوں اور اس سے اوپر کے سفر کے لئے دلیل بن جائے گی اور اوپر کا دعویٰ خود بخود حق ثابت ہوجائے گا۔

اسی طرح جیسے **لا الہ الا اللہ** پر محمد ﷺ کو دلیل بنایا گیا کہ مان لو اللہ ہے اور ایک ہے۔ اللہ کو تو کسی نے دیکھا نہیں، کیسے مان لیں کہ وہ ایک ہے، ہے بھی یا نہیں؟ اگر واقعی ہے تو کتنے ہیں؟ کیا اس کی اولاد بھی ہے؟ کہا گیا لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ دعویٰ تو دکھائی دے نہیں رہا کیونکہ دکھائی دینے والا ہے نہیں پس اس کی دلیل ایسی بناتے ہیں جو دکھائی دے اور نظر آئے لہذا دلیل محمد ﷺ کو بنادیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.

’’بے شک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے‘‘۔ (یونس:١٦)

اللہ کی توحید کی اگر دلیل مانگتے ہو تو میری چالیس سال کی زندگی کو دیکھو جو تمہارے سامنے گزری ہے۔ اللہ کی وحدانیت دعویٰ ہے اور میری صداقت، پاکیزگی و طہارت دلیل ہے۔ اگر مجھ میں کوئی نقص نہ ملے تو پھر میرے دعویٰ کو مان لینا، اگر میرا دلیل ہونا رد ہوجائے تو پھر اللہ کے ہونے کا دعویٰ بھی رد کردینا۔

جس طرح محمد ﷺ جو قابل دید حقیقت تھی ان کو لا الہ الا اللہ کے اس مقدمہ میں جو نظر آنے والا نہیں ہے دلیل بنایا۔ اسی طرح معراج کا جو حصہ نظر آنے والا نہیں تھا، اس دعویٰ پر اس حصہ کو دلیل بنایا جو نظر آتا تھا اور جس کے بارے میں مخالفوں کو علم تھا کہ حضور ﷺ کبھی وہاں نہیں گئے اور خود انہوں نے دیکھا ہوا تھا اور پہچان کرسکتے تھے کہ درست اطلاع ہے یا معاذ اللہ غلط ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے مجھ سے سوال کرنے شروع کئے تو وہ لمحہ میری زندگی میں بڑا عجیب تھا۔ میری زندگی میں کبھی ایسا سخت وقت نہیں آیا۔ جب یک لخت مجھ سے انہوں نے ایسے ایسے سوال کرنا شروع کردیئے کہ آپ مسجد اقصیٰ گئے تو بتائیں اس کے دروازے کتنے ہیں، کھڑکیاں کتنی ہیں؟ ایک لمحہ حیرت کا آیا کہ یہ کیسے سوال شروع کردیئے۔ Visitor کسی جگہ جائے تو کیا کبھی یہ چیزیں گنتا ہے۔ اگر آپ کسی بلڈنگ، ہسپتال، گھر، سکول، مسجد، دفتر، وغیرہ میں جائیں یا منہاج القرآن کے گوشہ درود میں آئیں تو میں آپ سے پوچھوں کہ گنبد کی کتنی کھڑکیاں ہیں اگرچہ آپ گھنٹوں سے بیٹھے ہوں تو آپ اس وقت ہرگز جواب نہیں دے سکیں گے۔ ہزاروں چیزیں ہیں جو ہر روز استعمال کرتے ہیں مگر

ان کے بارے پتہ نہیں ہوتا۔ یہ فطری بات ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں کوئی نہیں دیکھتا۔ آقا ﷺ اپنی شان عبدیت بیان کررہے ہیں اور اپنی عاجزی کی شان بیان کررہے ہیں کہ میں حیرت کی کیفیت میں تھا کہ انہوں نے یہ کیا پوچھا ہے۔ پھر خدا کے ہاں محبوبیت کا عالم بیان فرماتے ہیں کہ ایک لمحہ بھی بیتا نہیں تھا کہ اللہ رب العزت نے پورا بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا نقشہ میرے آنکھوں کے سامنے رکھ دیا، وہ جو پوچھتے میں گن گن کر وہی بتاتا تھا۔

اللہ نے **الی السمـاء، الی العرش والی الفوق العرش، الی ثم دنا فتدلی وقاب قوسین او ادنـــی** تک کے سفر کی دلیل مسجد اقصیٰ کو بنایا اور اعتراض کرنے والوں کی زبانیں بند کردیں۔ یہودیوں کا بھی یہ مرکز تھا چاہا کہ تم بھی جی بھر کے پوچھ لو۔۔۔ عیسائیوں کا بھی یہ مرکز تھا (چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بیت اللحم میں ہوئی) چاہا کہ تم بھی پوچھ لو۔۔۔ اور کفار و مشرکین کے تجارتی قافلے ہر وقت آتے جاتے تھے، چاہا تم بھی پوچھ لو۔۔۔ جس کا جتنا جی چاہے سوال کرلو۔ اگر آسمانوں کی بات کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو تمہاری سمجھ میں کیا آنا ہے جو چاہیں کہتے جائیں تمہیں کیا خبر ہے۔ لہذا وہ بات کی جس کی انہیں بھی خبر تھی۔

پس بیت المقدس لے جانے کی پہلی حکمت یہ ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جانا بقیہ سفر کی دلیل بنایا جاسکے۔

۲۔ عمودی عروج

مسجد اقصیٰ سے معراج کا سفر شروع کرانے کی دوسری حکمت کو بعض ائمہ اور بزرگوں نے بیان فرمایا ہے البتہ امام ابن حجر عسقلانی نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ بہر صورت چونکہ بعضوں نے اس دلیل کو بیان کیا لہذا میں بھی اس کو بیان کررہا ہوں۔ آسمان دنیا کا دروازہ مسجد اقصیٰ کے بالکل اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند کیا کہ جب عروج ہو تو وہ عمودی ہو، سیدھا 90 ڈگری میں سفر جائے، Zigzage نہ ہو، اس میں عزت اور شان ہے۔ اگر ایک سیدھا خط 90 ڈگری کا کھینچا جائے تو اس میں خوبصورتی ہوتی ہے اور اگر یہ دائیں بائیں ہل جائے تو اس میں خوبصورتی نہیں ہوتی۔ اللہ نے چاہا کہ زمین سے آسمان کی طرف عروج ہو تو وہ بھی بالکل سیدھا ہو۔ آسمان دنیا کا دروازہ بالکل مسجد اقصیٰ کے اوپر 90 ڈگری خط استواء پر ہے۔ پس اس سبب کی وجہ سے آقا ﷺ کو وہاں سے سفر کرایا۔

آسمان دنیا کے دروازہ کے دربان Gate Keeper کا نام اسماعیل ہے، اس کے ماتحت بارہ ہزار ملائکہ کام کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ کرلیں کہ وہ کتنا بڑا دروازہ ہوگا۔ ملائکہ کا آسمان کی طرف عروج اور زمین پر اترنا بھی اسی باب السماء الدنیا سے ہے۔ گویا یہ ایک Express Way ہے۔ زمین سے آسمان کی طرف کی High Way ہے یعنی مسجد اقصیٰ سے باب السماء الدنیا تک سیدھا راستہ ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آسمان دنیا اقرب ہے۔

۳۔ الجمع بین القبلتین

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی عبادت کے لئے دو قبلہ بنائے۔ سب سے پہلا قبلہ کعبۃ اللہ ہے۔ اسے آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے کعبۃ اللہ کو تعمیر کیا اور بعد ازاں اسی تعمیر کی بنیاد پر مختلف ادوار میں تعمیر نو، مرمت اور تزئین و آرائش کا کام حضور ﷺ کے دور تک چلتا رہا۔ گویا سب سے قدیم قبلہ یہی ہے۔

اس کے بعد دوسرا قبلہ بیت المقدس بنا جو حضرت سلیمانؑ نے بنایا۔ اس وجہ سے حضرت عیسیٰ تک انبیاء علیہم السلام کی کثیر تعداد نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی۔ حتی کہ حضرت ابراہیمؑ عراق، اپنے پیدائشی علاقہ سے ہجرت کرکے بلاد شام آئے اور بالآخر القدس میں آباد

ہوئے۔ ان کا مزار بھی مسجد اقصیٰ سے تقریباً 40 میل کے فاصلہ پر الخلیل شہر کے اندر حرم ابراہیمی میں واقع ہے۔

القدس سے آکر آپ نے کعبۃ اللہ تعمیر کیا اور حضرت ہاجرہ و حضرت اسماعیلؑ کو یہاں آباد کروایا۔ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کو یہاں نہیں بھیجا، اس لئے کہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد نے بنی اسرائیل بننا تھا اور بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس میں بننا تھا، اس لئے ان کی اولاد القدس میں آباد ہوئی۔ حضرت اسماعیلؑ کو بچپن ہی سے مکہ بھیج دیا کیونکہ بنو اسماعیلؑ سے رسول پاک ﷺ نے آنا تھا لہذا کعبۃ اللہ وہاں بنوایا۔

حضور ﷺ عمر بھر کبھی بیت المقدس میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اللہ رب العزت نے چاہا کہ میں اس سفر میں الجمع بین القبلتین کردوں۔ محبوب کے ایک ہی سفر میں دونوں قبلے جمع ہوجائیں اور اس سفر کی فضیلت ہوجائے۔ زمینی سفر کی ابتداء کعبۃ اللہ یعنی مسجد حرام سے ہو اور آسمان کے لئے سفر کی ابتداء مسجد اقصیٰ سے ہو۔ پس دونوں قبلے آقا ﷺ کے سفر میں جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کروایا۔

۴۔ انبیاء پر فضیلت

اکثر انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی تھی جبکہ کوئی ایک فضیلت بھی ایسی نہیں جو دوسرے انبیاء میں ہو مگر آپ ﷺ کی ذات اقدس میں نہ ہو لہذا اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو بیت المقدس کی طرف ہجرت کے ذریعے یہ فضیلت بھی عطا فرمائی تاکہ محبوب کی زندگی کا یہ گوشہ خالی نہ رہے۔

۵۔ میدانِ محشر سے مانوسیت

قیامت کے دن القدس/ بیت المقدس میدان محشر بنے گا۔ عرفات بھی میدان محشر ہوگا اور یہ جگہ میدان محشر کا وسط بنے گا جہاں بعث بعد الموت ہوگی، حشر و نشر، حساب و کتاب ہوگا، امتیں اٹھیں گی۔ یہ خطہ میدان محشر کا مرکز بننا ہے۔ آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حرم پاک سے بیت المقدس کا سفر کرایا تاکہ وہاں آپ کے قدم لگ جائیں تاکہ جب آقا ﷺ کی امت یوم حشر اٹھے تو اسے حضور ﷺ کے قدموں سے مانوسیت پیدا ہو، اجنبیت پیدا نہ ہو۔ حضور ﷺ کے قدمین مبارک کی برکت وہاں ڈالنے کے لئے آپ ﷺ کو وہاں تک سفر کرایا تاکہ امت کو یوم حشر حضور ﷺ کے قدمین مبارک حوصلہ دے رہے ہوں۔ پس اللہ نے چاہا کہ قیامت کے دن جو میدان محشر بنے گا اس پر بھی میرے محبوب کے قدم لگ جائیں اور حضور ﷺ کی سجدہ گاہ بن جائے۔ مسجد اقصیٰ پر حضور ﷺ نے انبیاء کی امامت کروائی اور جب قیامت کا دن ہوگا حضور ﷺ اس دن بھی امام ہوں گے۔ گویا اس زمین کے محشر میں بدلنے سے پہلے ہی حضور کو اس زمین کا امام بنایا۔

۶۔ بیت المقدس۔۔۔ قبلہ مصطفوی

حضور ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد 18 ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرماتے رہے۔ جب آپ ﷺ مکہ المکرّمۃ میں تھے اس وقت بھی نماز کی ادائیگی کے دوران اس رخ پر کھڑے ہوتے کہ سامنے کعبۃ اللہ ہوتا اور بیت المقدس بھی اسی سمت میں آجاتا مگر اس وقت سامنے کعبۃ اللہ ہوتا تھا۔ جب مدینہ ہجرت فرمائی تو کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی سمت 180 زاویہ پر مخالف سمت ہوگئی جیسے مشرق و مغرب یا شمال و جنوب۔ اب دونوں قبلے ایک سمت میں جمع نہیں ہوسکتے تھے۔ اس صورت حال میں ایک سمت کو چھوڑنا تھا اور ایک کو رکھنا تھا۔

مدینہ میں چونکہ اکثریت یہود کی تھی اور ان کا قبلہ بیت المقدس تھا اور مدینہ میں مکہ کی طرح دونوں قبلے ایک سمت میں جمع بھی نہیں ہوسکتے۔ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ، مفسرین نے بیت المقدس کو قبلہ بنانے کے کئی ایک اسباب

بیان فرمائے اُن میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ چونکہ یہاں اکثریت یہود کی ہے اور اگر یہ مسلمان ہوجائیں تو اسلام کو قوت پہنچے گی۔ پس ان کی دلجوئی کے لئے آپ ﷺ کی خواہش ہوئی کہ بیت المقدس ہی قبلہ بنے۔ بیت المقدس کو قبلہ بنانے میں حضور ﷺ کو کوئی اعراض نہ تھا کیونکہ یہ انبیاء کرام کا قبلہ تھا۔ پس یہود کی دلجوئی کے لئے ترجیح دی تاکہ یہود کے دل میں یہ خیال آئے کہ مسلمانوں نے ہمارے قبلہ کو اختیار کرلیا ہے اور ہم سے اتنا زیادہ تضاد و اختلاف نہیں رکھتے۔ ہمارے قبلہ کو رد نہیں کیا اور یہ عمل ان کے دلوں کو نرم کردے۔ پس یہی امر الٰہی ہوگیا اور بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا۔ بعد ازاں کئی یہودیوں کے دلوں پر اس کا اثر بھی ہوا۔

پس اس سبب کے تحت تقریباً ڈیڑھ سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اور بعد میں آپ ﷺ کی خواہش بدلی اور کعبۃ اللہ کو قبلہ بنادیا گیا۔ اس لئے کہ کئی بدبخت یہود ایسے تھے کہ انہوں نے طعنہ دینا شروع کردیا کہ اپنا قبلہ الگ کیوں نہیں بنالیتے۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میرے محبوب نے ہجرت کے بعد جس قبلہ کی طرف منہ کرکے ڈیڑھ سال نماز ادا کرنی ہے اس کو دیکھا ہی نہ ہو تو یہ میرے محبوب کی شان کے لائق نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہجرت سے ایک سال پہلے ہی اس جگہ اپنے محبوب ﷺ کو لے گیا جس طرف ہجرت کے بعد ڈیڑھ سال منہ کرکے نماز پڑھنی تھی۔ یہاں آقا ﷺ کے قدمین لگوائے، آپ ﷺ نے امامت کروائی تاکہ یہ قبلہ بھی حضور ﷺ ہی کا ہوجائے۔ اب یہ قبلہ صرف حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ذکریاؑ، حضرت عیسیٰؑ کا نہ رہا بلکہ اب وہ قبلہ مصطفوی بھی بن گیا کیونکہ آقا ﷺ نے کل انبیاء کی یہاں امامت کروائی۔

پس مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کروانے کی ایک حکمت یہ بھی تھی تاکہ وہ قبلہ بھی قبلہ مصطفوی بن جائے اور حضور ﷺ اس کو آنکھوں سے دیکھ لیں اور قدموں سے شرف بخش دیں تاکہ ہجرت کے بعد جب اس طرف منہ کرکے نماز پڑھیں تو کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ اللہ کا پیغمبر اور محبوب اس قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے جسے زندگی میں دیکھا ہی نہیں ہے۔

۷۔ بیت المقدس۔۔ ارواحِ انبیاء کا مجمع

بیت المقدس ارواح انبیاء کا مجمع ہے۔ ہزارہا انبیاء کرام کے مزارات اس کے اردگرد موجود ہیں۔ وہیں ہجرت کرکے گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ کیونکہ انبیاء کی اکثریت وہاں مدفون ہے لہذا یہ ان کی ارواح کا مرکز ہے۔ اس لئے قرآن نے کہا:

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ. (الاسراء:۱)

''جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے''۔

یہ نہیں کہا کہ جس کو ہم نے برکت دی بلکہ فرمایا کہ اس کے گرد و نواح اور اس کے ماحول کو برکت دی۔ ماحول کو برکت کیوں ملی؟ اس لئے کہ ہزارہا انبیاء کرام وہاں مدفون ہیں۔ انبیاء کے مقدس اجساد، ارواح اور مزارات وہاں موجود ہیں۔ اللہ نے چاہا کہ میں اپنے محبوب کو یہاں سے گزار کرلے جاؤں جیسے سدرۃ المنتہیٰ سے گزارا۔ کل عالم سماوات کے ملائکہ وہاں ایک ہی جگہ جمع ہوگئے۔ ایک ایک پتہ پر لاتعداد ملائکہ جمع تھے۔ وہاں سے گزارا تاکہ تمام ملائکہ ایک ہی جگہ پر حضور ﷺ کی زیارت کرلیں۔ جس طرح آسمانی کائنات میں جو مقام سدرۃ المنتہیٰ کو دیا اس طرح زمینی سفر میں بیت المقدس کو وہ مقام عطا فرمایا کہ چونکہ انبیاء کی اکثریت وہیں مدفون ہے لہذا سارے انبیاء زیارت کرلیں نیز سارے انبیاء کا گھر چونکہ وہ جگہ ہے لہذا اللہ نے چاہا کہ تمام انبیاء کو حضور ﷺ کی زیارت کا شرف بھی نصیب ہوجائے اور آقا ﷺ کا استقبال بھی ہوجائے۔

۸۔ تجلیاتِ الٰہیہ کے مراکز کی زیارت

اللہ رب العزت نے چاہا کہ جن جن جگہوں پر

اللہ کے نور کی تجلی چمکی ہے یا اللہ کے گھر بنے ہیں یا اللہ کسی سے ہمکلام ہوا ہے یا اللہ نے اپنا کلام اتارا ہے یا اس کی تجلی کا انعکاس ہوا ہے ان ساری جگہوں پر میرے مصطفیٰ ﷺ کے قدم لگ جائیں، ان جگہوں پر میرے مصطفیٰ ﷺ کی حاضری ہوجائے، وہ جگہیں میرے مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کا حصہ بن جائیں اور وہ سارے مقام میرے محبوب کی زندگی میں داخل ہوجائیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ نیز اس روایت کو امام بیہقی نے بھی حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت کیا ہے کہ معراج کے سفر کے پہلے مرحلہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر میں درج ذیل مبارک جگہوں پر نبی اکرم ﷺ ٹھہرے اور نوافل ادا فرمائے:

۱۔ ارضِ طیبہ (مدینہ): جو جگہ ہجرتِ گاہ مصطفیٰ ﷺ بننے والی تھی۔

۲۔ وادی مدین: اس جگہ حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام فرمایا اور ایک درخت سے اللہ کا نور ظہور پذیر ہوا۔

۳۔ طور سینا: جہاں حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوا اور اپنی تجلی طور سینا پر نازل فرمائی تھی۔

۴۔ القدس: بیت اللحم جو حضرت عیسیٰ کی جائے ولادت ہے اور جہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت اللہ کی تجلی ظاہر ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ سے ہمکلام ہوا تھا۔

ان مبارک جگہوں کو اپنے قدوم مبارکہ سے منور فرماتے ہوئے آپ ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ وہاں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح جمع تھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ

بُعِثَ اٰدَمَ وَمَنْ دُوْنَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ بتلكَ الليله.

اس شب معراج آقا ﷺ کے لئے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مبعوث فرمایا۔

پہلے جن جن راستوں سے آقا ﷺ کا براق گزرا حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰ نے اپنی قبروں سے آقا ﷺ پر سلام عرض کرتے گئے اور جب بیت المقدس پہنچے تو اللہ رب العزت نے انہیں اس طرح مبعوث فرمایا کہ ان کی ارواح اپنے جسموں کے ساتھ آقا ﷺ کے استقبال کے لئے مسجد اقصیٰ میں موجود تھیں۔

مسجد اقصیٰ میں اس موقع پر جملہ انبیاء اور کثیر ملائکہ موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو زیارت مصطفیٰ ﷺ کے تین مواقع دیئے۔

۱۔ جن انبیاء کرام کی قبور راستے میں آئیں انہوں نے وہاں اپنی قبروں میں کھڑے ہوکر حضور ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کی زیارت کی۔

۲۔ مسجد اقصیٰ میں جملہ انبیاء کرام نے زیارت کی اور حضور ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔

۳۔ جب حضور ﷺ آسمانوں پر پہنچے تو پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک انبیاء کرام کی ارواح اجساد کے ساتھ متشکل ہوکر استقبال کے لئے وہاں موجود تھیں۔

اسی طرح ملائکہ، حورالعین اور غلمان کو بھی زیارت مصطفیٰ ﷺ کے تین مواقع فراہم کئے گئے۔

۱۔ ملائکہ نے مسجد اقصیٰ میں بھی زیارت کی۔

۲۔ آسمانوں تک لے جانے کے دوران بھی زیارت کی۔

۳۔ سدرۃ المنتہیٰ پر بھی زیارت کی۔

مسجد اقصیٰ میں جلسۂ معراج کا انعقاد

تمام انبیاء کرام نے آقا ﷺ کا استقبال کیا۔ اس کے بعد انبیاء کرام نے صفیں بنائیں، جبرائیل امینؑ نے اذان کہی، آقا ﷺ نے ان سب کو نماز پڑھائی۔

امامت کروانے کے بعد تمام انبیاء کرام ایک اجتماع کی صورت میں بیٹھ گئے۔ امام بیہقی، امام ہیثمی، امام بزار، حافظ ابن کثیر، امام ابن جریر اور کثیر ائمہ تفسیر نے بیان کیا

ہے کہ آقا ﷺ کی امامت میں انبیاء کرام کے نماز پڑھنے کے بعد جلسہ معراج منعقد ہوا۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے خطاب سے قبل پانچ انبیاء کرام نے خطابات کیے۔

جس طرح مہمان خصوصی کے خطاب سے پہلے مقامی مقررین خطابات کرتے ہیں اسی طرح مسجد اقصیٰ میں منعقدہ جلسۂ معراج سے بھی حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے خطابات کیے۔ بیت المقدس چونکہ ایک طرح کا ان انبیاء کرام کا مسکن اور گھر ہے لہذا انہوں نے جملہ انبیاء کرام کی نمائندگی کرتے ہوئے مختصر خطابات کیے۔ ان خطابات کے بعد آخری خطاب حضور ﷺ کا ہوا۔

جلسۂ معراج سے آقا ﷺ کا خطاب

اس موقع پر حضور ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن.

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ساری کائناتوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

آپ ﷺ نے اپنے خطاب کے پہلے ہی جملہ میں تمام مخلوقات اور جہانوں کے لئے اپنا رحمت بنا کر بھیجا جانا بیان فرمایا۔ آپ اندازہ کریں کہ حضور ﷺ نے اپنے خطاب کا آغاز اس رات رحمت کے بیان سے کیا۔ یہ معراج کی رات کا ایک بہت بڑا پیغام ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنی رسالت کا بیان فرمایا:

وَکَآفَةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا.

''اور مجھے کل بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا''۔

غور کریں! حضور ﷺ خطاب کا آغاز اپنی وسعت سے کررہے ہیں کہ اس اللہ کی تعریف جس نے مجھے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، اپنا تعارف رحمۃ للعالمین سے کروایا۔ اس کے بعد انسانوں کی بات کی، مسلمانوں کی بات نہیں کی۔ ہمارا طرزعمل کیا ہے؟ ہمارے دل اور سوچیں تنگ ہوچکی ہیں جبکہ آقا ﷺ جن و انس، حیوانات، نباتات، شجر و حجر الغرض کل کائنات کے لئے رحمت ہونا بیان فرمارہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے کافۃ للناس فرماکر پوری انسانیت کی بات کی ہے۔ محض اپنی امتِ اجابت یعنی مسلمانوں کی بات نہیں کی۔ حضور ﷺ وسیع ہیں، ان چھوٹے دائروں سے اونچے ہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے قرآن کی شان بیان فرمائی:

وَاَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانِ فِیْهِ تِبْیَانٌ کُلِّ شَئٍ.

''اس اللہ نے مجھ پر حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے''۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنی امت کو بیان فرمایا:

وَجَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس.

''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو کل امتوں سے اعلیٰ، افضل اور خیر بنایا یعنی خیر الامم بنایا''۔

پھر فرمایا:

وَجَعَلَ اُمَّتِیْ وَسَطًا.

''اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کو اعتدال والی امت بنایا''۔ یعنی میری امت Moderation اور اعتدال والی امت ہے، انتہا پسند نہیں ہے۔

تحریک منہاج القرآن کے رفقاء اور امت محمدی ﷺ کے وہ تمام افراد جن کی طبیعتوں میں اللہ تعالیٰ نے اعتدال اور توسط دیا ہے، تنگ نظر و انتہا پسند نہیں ہیں، تشدد پسند نہیں ہیں، انہیں مبارک ہو کہ ان پر حضور ﷺ فخر فرمارہے ہیں اور سوا لاکھ انبیاء کرام کے سامنے اپنی امت کی یہ شان بیان فرمارہے ہیں کہ میری امت معتدل و متوسط امت ہے۔ پھر فرمایا:

وَجَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْن.

''اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کو وہ درجہ دیا ہے کہ سب سے اول بھی وہی ہوں گے اور سب سے آخر

بھی وہی ہوں گے''۔

یعنی قیامت والے دن بعث میں سب سے اول ہوں گے، جنت میں داخلے میں بھی سب سے اول ہوں گے، حساب وکتاب دینے میں بھی اول ہوں گے اور آخری اس طرح ہیں کہ جملہ انبیاء کرام کی امم کے بعد ہیں چونکہ میں آخری ہوں۔ پس میری امت کو اولیت کی شان بھی دی اور آخریت کی شان بھی میری امت کو دی۔

اس خطبہ میں حضور ﷺ نے سب سے پہلے پوری کائنات کی بات کی، پھر پوری انسانیت کی بات کی، پھر قرآن کی شان بیان کی، پھر امت مسلمہ کی افضلیت و اعتدال اور درجہ کی بات کرنے کے بعد اپنی ذات مبارکہ کو بیان فرمایا کہ

وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ.

''اور اللہ نے میرا سینہ میرے لئے کھول دیا''۔

یعنی میرے اوپر اللہ نے کوئی چیز بند نہیں رکھی، ہر چیز منکشف کردی''۔

وَوَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ.

''اور میرے اوپر سے سارے بوجھ اتار دیئے''۔

یعنی ہر قسم کے بوجھ اتارتے ہوئے مجھے سکون عطا فرمایا اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مجھے Relax کیا، میرے لئے کوئی Tension نہیں رکھی۔ **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى** کے مصداق مجھ پر اتنی عطائیں کیں کہ کوئی Tension نہیں رکھی، Stress نہیں رکھا، ہر طرح کی Tension اور Stress کو دور فرما کر مجھے Relax رکھا۔ الغرض مجھے میرے مولیٰ نے خوش کردیا۔

وَرَفَعَ ذِكْرِیْ.

''اور اللہ نے میرے ذکر کو بلند کیا''۔

یعنی **ورفعنالك ذكرك** کے مصداق میرے ذکر کو اتنا بلند کیا کہ اب جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہاں میرا نام بھی ساتھ آتا ہے۔

وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا خَاتِمًا.

اور اللہ نے مجھے فاتح بنایا یعنی سلسلہ نبوت کو شروع کرنے والا بنایا، مجھ سے سلسلہ نبوت شروع ہوا۔ **کنت نبیا وادم بین الروح والجسد** حضرت آدم کی تشکیل بھی ابھی نہ ہوئی تھی، اس وقت میرے نبوت کا اجراء ہوچکا تھا۔ اس طرح مجھ پر ہی سلسلہ نبوت ختم ہوا۔

آقا ﷺ کے اس خطاب کے ختم ہونے کے بعد سیدنا ابراہیمؑ جلسہ کو برخاست کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے سن لیا، یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے محمد ﷺ کو ہم سب پر فضیلت عطا کی۔ گویا انہوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جو آپ نے فرمایا اس کی ہم تصدیق کرتے ہیں۔

اس جلسہ معراج کے بعد نور کے حصار اور فرشتوں کے جھرمٹ میں آپ ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے جایا گیا اور آقا ﷺ کے سفر معراج کا پہلا مرحلہ 'اسراء'' مسجد اقصیٰ پر ختم ہوا۔

حضور ﷺ نے اپنے خطاب میں اپنی امت کو رحمت، وسعت، انسانیت اور اعتدال کا پیغام دیا کہ اگر میری امت میرے اس پیغام اور تعلیمات پر عمل کرے گی تو رہتی دنیا تک عزت پائے گی اور سربراہی و بادشاہی سے سرفراز ہوگی۔ اگر اس راستے سے ہٹے گی تو میری امت ان نعمتوں کو کھودے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر استقامت کے ساتھ رہنے اور ان اقدار کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ تحریک منہاج القرآن کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس راستے پر رکھا، آئندہ بھی اسی طرح گامزن رکھے اور ان اقدار کو مزید زیادہ محفوظ کرنے، بلند تر کرنے اور آقا ﷺ کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے ان اقدار کا علمبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ رفقاء و کارکنان تحریک پر واجب ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ میں جملہ انبیاء کرام کے سامنے معراج کی رات حضور ﷺ کے اس خطاب کے پیغام کو دنیا میں آگے پہنچائیں اور مرتے دم تک اس کی لاج رکھیں۔

الحدیث:

اسلامی ثقافتی مرکز، مسجد کے آداب

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْیَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ

جس نے پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ رہے یا ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔"

شرح و تفصیل

نفیس طبیعت کے مالک لوگ، بلبل ہزار داستان کی طرح پھول کے شیدا اور عطر و خوشبو کے شائق و عاشق ہوتے ہیں۔ خوشبو اور خوشبو دار چیز پا کر ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور وہ فرحت و انبساط محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ خوشبو اور نماز کی محبت ہماری طبیعت میں ڈال دی گئی ہے، اگر کوئی شخص ہمیں خوشبو کا تحفہ دے تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔ جس طرح لطیف مزاج کے انسان خوشبو سے محبت اور بد بو سے نفرت کرتے ہیں، بد بو اور بد بودار چیز سونگھ کر انہیں ابکائیاں آنے لگ جاتی ہیں اور وہ اس سے سخت اذیت اور کراہت محسوس کرتے ہیں اسی طرح فرشتے بھی خوشبو کو پسند اور بد بو کو انتہائی طور پر ناپسند کرتے ہیں اور انہیں اس سے سخت اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ بد بو کے باعث ان کو اذیت دینے کا باعث بنتے ہیں، وہ ان کے لئے کلمہ خیر منہ سے نہیں نکالتے اور جو چیز بدبو دار ہو اسے بھی پسند نہیں کرتے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ فرشتوں کے ان جذبات و احساسات کا بہت خیال رکھا کرتے تھے، خصوصاً مسجد میں بد بو دار حالت میں آنے سے آپ نے سختی کے ساتھ روکا ہوا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کچھ کھانا پیش کیا گیا، جب سر پوش ہٹایا تو دیکھا سبزی پکی ہوئی ہے اور اس میں سے لہسن اور پیاز وغیرہ کی بو آ رہی ہے تو آپ ﷺ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور جو آدمی پاس بیٹھا ہوا تھا اس سے کہا کہ تم کھالو۔ اس شخص نے سمجھا کہ سرکار خود نہیں کھا رہے، شاید یہ حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم بے تکلف کھالو ہمارا معاملہ کچھ اور ہے۔ حضرت جبریل امینؑ کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دیگر فرشتے بھی آتے جاتے رہتے ہیں اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ اس بو سے انہیں اذیت پہنچے، چونکہ تمہاری یہ شان نہیں ہے اس واسطے تم بلا تکلف کھالو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان الملئکة تصلی علیٰ احد کم مادام فی مصلاه الذی صلی فيه مالم يحدث تقول اللهم اغفرله اللهم ارحمه.

''جب تک نمازی اپنے مصلے پر بیٹھا رہے تو فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اسے بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں:

کان الناسُ مَهَنَةَ اَنفُسِهِمْ و کانُوْا اِذَا رَاحُوا الی الْجُمُعَةِ رَاحُوا فِیْ هَیْئَتِهِمْ فَقِیْلَ لَهُمْ لَوْ اِغْتَسَلْتُمْ .

مزدور پیشہ لوگوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ پسینہ آتا ہے جو کپڑوں میں جذب ہوکر بد بو کا باعث بنتا ہے۔ یہ لوگ جمعۃ المبارک کے دن غسل کئے بغیر ہی آجاتے تھے، انہیں یہ سمجھایا گیا کہ اگر تم غسل کر کے آیا کرو تو کتنا اچھا ہو! انسان اور فرشتے اذیت سے بچ جائیں اور مسجد میں حاضری راحت وفرحت کا باعث بن جائے۔

مسجد کے آداب

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں اپنے محبوب کریم، جانِ ایمان، روحِ کائنات، راحتِ جسم وجان، سرورِ اعظم حضور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک بدوی شخص آیا جس کے چہرے مہرے اور انداز اواطوار سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ پکا دیہاتی ہے اور شہری آداب و اطوار اور تہذیب وتمدن کے تقاضوں سے قطعی ناواقف ہے، اسے مسجد اور کسی دوسری جگہ کا فرق معلوم نہیں۔ شاید اسے رفع حاجت کی سخت ضرورت تھی، اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ آتے ہی مسجد کے ایک خالی کونے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ حاضرین کو سخت طیش آیا، انہوں نے اسے باز رکھنے کیلئے چلانا شروع کر دیا مگر رحمتِ مجسم نبی اکرم ﷺ نے انہیں روکا اور فرمایا: ''اب اسے اپنا کام کر لینے دو بعد میں سمجھا لیں گے۔'' چنانچہ جب وہ فارغ ہوا تو اسے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا:

ان هذه المساجد لاتصلح لشیء من هذا البول ولا القذر انما هی لذکر الله والصلوٰة وقرآءة القران او کما قال رسول الله ﷺ۔

''یہ مساجد بول و براز اور گندگی کرنے کیلئے نہیں ہوتیں، یہ تو ذکرِ الٰہی، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے ہوتی ہیں''۔

پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا اور اس نے پانی کا ڈول بھر کر پیشاب پہ بہادیا۔

ثواب و برکات

نماز کیلئے مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم بڑے ہی قابلِ قدر اور محترم ہوتے ہیں، جب نمازی مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے تو قدرتِ کریم کی طرف سے ان کی یہ قیمت پڑتی ہے کہ ہر قدم پر ایک گناہ معاف اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو نمازی صبح وشام مسجد میں حاضری دیتا ہے، وہ گویا جنت میں ضیافت کھانے کیلئے آتا ہے۔ جتنی بار وہ مسجد میں آتا ہے ہر آنے کے بدلے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی ضیافت فرمائیں گے۔

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا گھر مسجدِ نبوی سے بہت دور تھا کسی نے اسے مشورہ دیا کہ ایک گدھا خرید لو، بعض اوقات سخت گرمی یا تاریکی ہوتی ہے وہ تمہیں فائدہ دے گا اور پیدل چلنے کی مشقت سے بچالے گا۔ اس آدمی نے جواب دیا: میں مسجد سے دور رہنا پسند کرتا ہوں تاکہ چل کر آؤں تو اس کا زیادہ ثواب ملے اور جب واپس جاؤں تو اس کا بھی ثواب ملے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چلا تو فرمایا: **قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّه**۔ خدا نے تیرے لئے دونوں ثواب جمع کر دیئے ہیں۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجدِ نبوی کے قریب زمین کے کچھ پلاٹ خالی ہوگئے۔ بنی سلمہ مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں میں رہتے تھے جو

مسجدِ نبوی سے کافی فاصلے پر تھے، اس لئے انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور مسجد کے قریب جگہ خریدنے کا ارادہ کرلیا تاکہ انہیں آنے جانے میں دقت نہ ہو اور وہ آسانی سے مسجد میں آ جاسکیں۔ جب حضور کریم ﷺ کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو فرمایا: یٰبَنِیْ سَلِمَةَ! دِیَارُکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ ''اے بنو سلمہ! اپنے علاقوں میں مقیم رہو، جتنے قدم چل کر آؤ گے اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی''۔

اس لئے پیدل آنے کی اس مشقت کو بے فائدہ اور بے قیمت نہ سمجھو بلکہ یہ کارآمد اور قیمتی قدم ہیں جو گناہ مٹاتے اور درجات بلند کرتے ہیں۔

اسلامی تعلیمی مرکز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم سب نبی مکرم ﷺ کے حضور بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے جلدی جلدی نماز پڑھی اور تعدیلِ ارکان کا خیال نہ رکھا۔ پھر ہماری طرف آیا تاکہ دوسرے حاضرین کی طرح مجلس میں بیٹھے اور قریب آکر سلام کیا۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے بڑی ملائمت کے ساتھ سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ! دوبارہ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ وہ شخص گیا اور ارکانِ نماز میں تعدیل کا لحاظ کئے بغیر پھر پہلے کی طرح جلدی جلدی نماز پڑھ کر آ گیا اور سلام کر کے بیٹھنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اسے ارشاد فرمایا کہ جا کر نماز لوٹاؤ، تمہاری یہ نماز بھی نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ اسے دیکھتے رہے، وہ تیسری بار بھی اسی طرح تیزی سے نماز پڑھ کے آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تمہاری یہ نماز بھی نہیں ہوئی۔ اس نے عرض کی میرے آقا ﷺ! مجھے صحیح نماز پڑھنے کا طریقہ سکھا دیجئے پھر میں اس کے مطابق ہی پڑھا کروں گا۔ کہنے لگا!

والذی بعثك بالحق ما احسن غیره فعلمنی ''اللہ پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، مجھے اچھی طرح نماز ادا کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں آتا، آپ سکھا دیجئے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا! جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کے کھڑے ہوجاؤ اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرو۔۔۔ پھر رکوع میں چلے جاؤ اور بڑے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، یہ نہیں کہ جسم کا اگلا حصہ اوپر اٹھا ہوا ہو، اس طرح اعتدال پیدا نہیں ہوتا۔ پشت بالکل ہموار ہونی چاہیے یہاں تک کہ اگر اس کے اوپر پانی سے بھرا ہوا برتن بھی رکھ دیں تو وہ نہ چھلکے۔۔۔ اس کے بعد سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔ اس طرح رکوع کے بعد کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں۔ اچھی طرح قومہ کرو۔۔۔ پھر جھکتے ہوئے سجدے میں چلے جاؤ اور آرام سے سجدہ کرو۔۔۔ اس کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر دوزانو ہو کر بیٹھ جاؤ، سجدے کے بعد اس طرح بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ اچھی طرح جلسہ کرو۔۔۔ پھر سجدے میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کر کے اٹھو اور دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوجاؤ۔۔۔ اسی طرح آرام و اطمینان سے، ٹھہر ٹھہر کر، آہستہ آہستہ باقی رکعتیں بھی ادا کرو۔

نماز میں شمولیت کا طریقہ

باجماعت نماز ہو رہی ہو تو اس میں شمولیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نمازی پہلے جماعت میں شریک نمازیوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو اور پھر نماز کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں جب مسجدِ نبوی میں آیا تو جماعت ہو رہی تھی اور حضور ﷺ اس وقت رکوع میں تھے میں صف سے کافی دور تھا۔ اس خیال سے کہ رکعت مل جائے میں نے وہیں تکبیر پڑھ کر نیت باندھ لی اور رکوع میں چلا گیا پھر رکوع ہی کی حالت میں چلتا ہوا صف تک پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا! خدا تیری حرص کو اور زیادہ کرے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

آپ کے دینی مسائل

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: کیا میت کو دفن کرنے کے بعد دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: میت کو دفن کرنے کے بعد صرف درج ذیل صورتوں میں دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ جب اسے مغضوبہ (غصب شدہ) زمین میں دفن کیا گیا ہو۔

۲۔ کفن مغضوب ہو۔

۳۔ حق آدمی سے متعلق ہو مثلاً کسی کی قیمتی چیز اندر رہ گئی یا کسی زندہ شخص کا مال اس کے ہمراہ دفن ہوگیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے ابو رغال کی قبر اکھاڑنے کی اجازت دی کہ اس کے ساتھ سونے کی لاٹھی قبر میں دفن تھی۔

درج ذیل صورتوں میں قبر اکھاڑنے کی ممانعت ہے:

۱۔ اگر میت کو قبلہ رخ دفن نہ کیا گیا۔

۲۔ بائیں پہلو پر رکھا گیا۔

۳۔ میت کا سر پاؤں کی طرف کردیا گیا۔

۴۔ غسل دیئے بغیر دفن کردیا گیا اور قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔

☆ اگر میت کو قبر میں قبلہ رخ نہیں رکھا گیا یا پیٹھ کے بل رکھا گیا یا بائیں پہلو لٹایا گیا۔ اگر اس پر مٹی ڈالدی گئی تو قبر نہ اکھاڑی جائے'' مٹی ڈالنے سے پہلے غلطی کا ازالہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ اینٹ وغیرہ اٹھانی پڑے۔ اس میں حنفیہ و مالکیہ متفق ہیں۔

(علامہ عبدالرحمٰن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ا، ص۵۳۵ طبع بیرات)

البدائع میں فرمایا: لان النبش حرام، اس لئے کہ قبر اکھاڑنا حرام ہے اور یہ اللہ کا حق ہے۔

فتح القدیر میں مصنف (ابن ھمام) نے فرمایا: مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کا بیٹا اس کی غیر موجودگی میں کسی دوسرے شہر میں دفن کیا گیا، اس سے صبر نہ ہوا اور بیٹے کی میت منتقل کرنے کا ارادہ کرلیا، یہ جائز نہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ شام میں فوت ہوئے تھے اور ان کی میت وہاں سے اٹھا کر لائی گئی تھی، آپؓ نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور فرمایا: بھائی اگر تیرا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو تیری میت میں یہاں (مدینہ منورہ) منتقل نہ کرتی اور جہاں فوت ہوا وہیں دفن کرتی۔

اس کے باوجود میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا گناہ نہیں۔

روایت ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے اور ان کی میت شام منتقل کی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام ان کی میت طویل مدت کے بعد مصر سے شام لے گئے تاکہ ان کے جسم کی ہڈیاں ان کے آباء کرام کی ہڈیوں کے ساتھ ہوں۔۔۔ یونہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ

عنہ مدینہ منورہ سے چار فرسخ باہر فوت ہوئے اور لوگوں نے ان کی میت مدینہ منورہ منتقل کی۔

(علامہ ابن نجیم حنفی، البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۹۵ طبع مصر)

(علامہ نظام الدین فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷ طبع کوئٹہ)

عموماً لوگوں نے دانستہ یا غیر دانستہ بعض قبریں اور مزارات راستوں پر تعمیر کرلئے ہیں۔ آبادی کے بڑھنے سے نئی ڈویلپمنٹ ضروری ہے۔ ان قبروں اور مزاروں کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے ضرورت و مجبوری ہے کہ کسی دوسری جگہ پر منتقل کیا جائے تاکہ عوامی مسئلہ بھی حل ہو اور حتی الامکان میت اور مقابر کا احترام و تقدس بھی پامال نہ ہو۔ متعدد مقامات پر بھاری مشینوں سے یہ کام کردیا گیا ہے اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں۔ آبادی بڑھنے سے سڑکوں کی توسیع ضروری ہوگئی ہے۔ جہاں یہ ضرورت و حاجت نہ ہو وہاں اس کی اجازت نہیں مگر جہاں مجبوری کی صورت ہے وہاں اس کی شرعاً اجازت ہے۔ دین میں تنگی نہیں۔

سوال: تدفین میت کے بارے راہنمائی فرمائیں۔

جواب: ☆حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ میت کو قبر میں اتارتے تو پڑھتے:

بِسۡمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلّة رسول الله.

''اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کی مدد کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کے دین پر''۔

اور دوسری روایت میں ہے:

وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُول الله. رسول اللہ ﷺ کی سنت پر۔ (احمد، ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد)

☆ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میت (کی قبر) پر دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالی۔

وانہ رش علی قبر ابنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء.

سرکار ﷺ نے اپنے فرزند ارجمند سیدنا ابراہیم کی قبر مبارک پر پانی کا چھڑکاؤ فرمایا اور کنکر رکھے۔ (شرح السنہ، امام شافعی)

☆ مدینہ منورہ میں دو گورکن تھے، وکان احدھما یلحد والآخر یشق۔۔۔ ایک لحد (بغلی) قبر کھودتا تھا اور دوسرا سیدھی (شق)۔۔۔ فجاء الذی یلحد فلحد النبی ﷺ۔۔۔ لحد کھودنے والے نے آکر نبی کریم ﷺ کے لئے لحد کھودی۔

(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۳: ۲۳۳ طبع بیروت)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

فلما ارادوا ان یقبروہ علیہ السلام نحوا السریر قبل رجلیہ فادخل من ھناک.

''جب صحابہ کرامؓ نے سرکار ﷺ کو قبر مبارک میں اتارنا چاہا تو چارپائی سے پاؤں کی طرف سے جسم اقدس کو داخل قبر کیا''۔ (البدایہ ج ۳: ۲۳۵)

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جعل فی قبر النبی ﷺ قطیفة حمراء.

''رسول اللہ ﷺ کی قبر اقدس میں سرخ رنگ کی مخملی چادر رکھی گئی تھی''۔ (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ایضاً)

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی قبر اقدس میں سرخ رنگ کی چادر بچھائی گئی، جسے حضور پہنا کرتے تھے۔ یہ چادر یوم حنین کو ملی تھی کیونکہ زمین نمدار تھی۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۵ طبع بیروت)

فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں

☆ قبر لحد (بغلی) مسنون ہے، نہ کہ شق (سیدھی)۔ ہاں زمین یا جگہ کا تقاضا ہو تو ضرورتاً جو ممکن ہے کرے۔ (عالمگیری)

☆ ویدخل المیت مما یلی القبلة وذلك ان یوضع فی جانب القبلة من القبر ویحمل المیت و یوضع فی اللحد، فیکون الآخذ له مستقبل القبلة حالة الاخذ ویقول واضعه بسم الله وعلی ملة رسول الله

ويوضع فى القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة.

''میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے داخل کیا جائے۔ یوں کہ قبر کی قبلہ کی طرف (چارپائی یا تابوت وغیرہ) رکھا جائے اور میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے۔ اس طرح میت کو پکڑنے والا، میت اٹھاتے وقت قبلہ رخ ہوگا اور لحد میں اتارتے وقت اٹھانے والا کہے: **بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رسول اللّٰه.** ''اللہ کے نام سے، رسول اللہ ﷺ کے دین پر'' قبر میں میت کو دائیں طرف قبلہ رخ رکھا جائے''۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۹۸ طبع سکھر)

☆ **وضعوه لجنبه ولا تكبوه لوجهه ولاتلقوه لظهره.**

''میت کو قبر میں پہلو کے بل رکھیں نہ چہرہ کے بل اوندھا کریں، نہ پیٹھ کے بل لٹائیں''۔

(علامہ کاسانی، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۹ طبع کراچی)

☆ **ويسن ان يوضع الميت فى قبره على جنبه الايمن.**

''میت کو قبر میں دائیں پہلو لٹانا سنت ہے''۔

☆ **فالسنة عندنا ان يدخل الميت من قبل القبلة وهو ان توضع الجنازة فى جانب القبلة من القبر ويحمل منه الميت فيوضع فى اللحد.**

''ہمارے (احناف) کے نزدیک سنت یہ ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا جائے، یوں کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور (چارپائی) سے میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے''۔

(امام علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع

اظہارِ تعزیت:

گذشتہ ماہ محترم محمد افضل نوشاہی (حسان منہاج) کے والد محترم، محترم ساجد محمود بھٹی (ناظم تنظیمات) کی خالہ، محترم علامہ محمد عثمان سیالوی (مرکزی علماء کونسل) کے داماد، محترم محمد اشفاق انجم (مجلّہ آفس) کا بھانجا، محترم میاں مقصود احمد (لنگڑیال گجرات) کے والد، محترم امان اللہ (لنگڑیال گجرات) کے چچا، محترم قاضی محمد صفدر (گجرات) کی والدہ، محترم چوہدری منور حسین (گجرات) کے چچا، محترم حاجی محمد یعقوب (اکڑیانوالہ، جھنگ) کی ہمشیرہ، محترم محمد فاروق اعظم صابری (سرگودھا) کی والدہ، محترم قاری نذیر حسین (مریدکے) کے چھوٹے بھائی، محترم ڈاکٹر احمد سعید ڈار (مریدکے) کی پھوپھی جان، محترم کاشف فاروق وڑائچ (مریدکے) کی عزیزہ، محترم ملک محمد عابد (مریدکے) کے والد، محترم زبیر انجم (لالیاں) کے چچا، محترم صفدر لک (لالیاں) کے والد، محترم ایاز محمود فاروقی (مریدکے) کے دادا جان، محترم نعمت علی مجاہد (مریدکے) کی والدہ، محترم قاری غلام شبیر سیالوی (راہوالی گجرات) کے بہنوئی، محترم محمد اصغر ساجد (نشتر ٹاؤن لاہور) کے ماموں، محترم رانا محمد ارشد خان (جھنگ) کی اہلیہ اور محترم رانا محمد اکرم قادری (لیکچرار شریعہ کالج) کی بھابھی، محترمہ فرزانہ یاسمین (فیصل آباد) کے ماموں جان، محترم محبوب حسین (فیصل آباد) کے پھوپھا جان، محترم اصغر سردار (فیصل آباد) کے بھائی، محترم حافظ محمد عثمان (فیصل آباد) کی والدہ، محترم افتخار علی گجر (فیصل آباد) کی والدہ، محترم حاجی محمد رشید (فیصل آباد)، محترم حبیب الرحمٰن (فیصل آباد) کی چچی، محترم محمد یاسین (فیصل آباد) کا بھتیجا، محترم ساجد حسین (فیصل آباد)، محترم رائے ظفر اللہ (فیصل آباد) کا کزن، محترم رائے توقیر احمد (فیصل آباد) کے والد، محترم عمران افضل (فیصل آباد) کی دادی، محترم دلبر حسین اعوان (فیصل آباد) کے ماموں، محترم محمد رشید قادری (چک جھمرہ فیصل آباد) کی والدہ، محترم محمد بشارت جسپال کے والد، محترم میاں محمد نواز (مریدوالا) کی والدہ، محترم میاں محمد اسحاق (فیصل آباد) کی زوجہ، محترم حاجی محمد افضل (فیصل آباد) کی زوجہ، محترم محمد اقبال (فیصل آباد) کے کزن، محترم رانا محمد حفیظ (فیصل آباد) کی والدہ، محترم سعید اکبر (سرگودھا)، محترم نعیم چوہدری کے چچا جان، محترم عبدالقادر (بلوچستان) کے والد محترم، محترم بشیر احمد رحمانی (حافظ آباد) کے چچا عبدالغفور، محترم لیاقت علی مخدوم (حافظ آباد) کے والد اور ماموں، محترم ماسٹر محمد اعظم (حافظ آباد) کی والدہ، محترم قاضی بوستان نقشبندی (حافظ آباد) کے ماموں زاد، محترم عامر سلطان (حافظ آباد) کے خالو، محترم سید ولی محمد شاہ (حافظ آباد) کی اہلیہ، محترم تصور حسین غفاری (حافظ آباد) کی پھوپھی زاد، محترم بشیر احمد رحمانی (حافظ آباد) کی خالہ، محترم احسان ملک (چک بیلی خان) کی والدہ اور محترم محمد اصغر گجر (حافظ آباد) کے تایا قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

تجدید دین اور اس کے تقاضے

سید فرحت حسین شاہ☆

اللہ رب العزت نے انسانیت کی رشد و ہدایت کا جو الوہی نظام بنایا ہے، اس کے مطابق انسانوں ہی میں سے بعض لوگوں کو منتخب اور چن کر امام و پیشوا بنا دیا جاتا ہے جو انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا. (السجدہ:۲۴)

’’اور ہم نے ان میں سے جب وہ صبر کرتے رہے کچھ امام و پیشوا بنا دیئے‘‘۔

اس ضابطہ خداوندی کے مطابق حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی اکرم ﷺ تک انبیاء کرام اور رسل عظام کے ذریعے امامت و پیشوائی کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حضور نبی پاک ﷺ کی نبوت و رسالت کے ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا لہذا قیامت تک اور بعداز قیامت نبوت و رسالت مصطفیٰ ﷺ ہی کی ہوگی۔

آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ.

’’وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے‘‘۔ (التوبۃ:۳۳)

اس آیت مبارکہ میں صراحتاً دو چیزوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ ہدایت اور دین حق

۲۔ اس ہدایت اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب اور جاری وساری کرنا۔

کار نبوت و رسالت کی امت کو منتقلی

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک کو اللہ تعالیٰ نے جامع صفات و کمالات بنایا۔ آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں دین کے تمام پہلو اور تمام معاملات پورے ہوتے رہے، بعثت کا مقصد مکمل ہوا اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ عظیم کام آپ ﷺ کی امت کو منتقل ہوا۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی ہرطرح کی حفاظت کا قیامت تک وعدہ لے رکھا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

یہ منشاء خداوندی ہے کہ دین اسلام قیامت تک غالب و مستحکم ہی رہے اور جاری وساری بھی۔ لہذا آپ ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد جب یہ فریضہ امت

☆ ناظم مرکزی منہاج القرآن علماء کونسل

مصطفوی کو منتقل ہوا تو امت میں کوئی فرد واحد ایسا نہ تھا جو بتمام وکمال کارنبوت کو لے کر چلتا۔ اس حکمت کے پیش نظر کارِنبوت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور امت کو حضور نبی اکرم ﷺ کی نیابت وخلافت دوطرح نصیب ہوئی:

۱۔خلافت ظاہری ۲۔خلافت باطنی

خلافت ظاہری کا مقصد

خلافت ونیابت ظاہری امت کو اس لئے عطا کی تا کہ دین اسلام کا ظاہری غلبہ قائم رہے اور اس خلافت کی موجودگی میں اسلام کو محکوم ومغلوب ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الاسلام یعلو ولا یعلی ''اسلام دنیا میں غالب' اونچا اور سربلند ہونے کے لئے آیا ہے۔ مغلوب وسرنگوں ہونے نہیں آیا۔''

گویا خلافت ظاہری کے ذریعے اسلام کا سیاسی غلبہ بحال ہوتا رہے گا۔ خلافت ظاہری کی عملی صورت خلفائے راشدین اور آقا علیہ السلام کی امت کے نیک اور صالح حکمرانوں اور ریاست کی سربراہی ہے۔

خلافت باطنی کا مقصد

دین اسلام کا دینی' علمی' اخلاقی اور روحانی غلبہ خلافت باطنی کے ذریعے قائم رکھا جائے گا اور نسل درنسل منتقل ہوتا رہے گا۔ اہل فن اور اہل علم نے خلافت باطنی کو تین شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔علم العقائد ۲۔علم الاحکام ۳۔علم الاخلاص

علم العقائد: وہ علم جو عقائد سے تشکیل پایا، اہل فن نے اس کو علم االعقائد کا نام دیا۔

علم الاحکام: وہ علم جو احکام سے تشکیل پایا، اہل فن نے اس کو علم الفقہ کا نام دیا۔

علم الاخلاص: وہ علم جو اخلاص سے تشکیل پایا، اہل فن نے اس کو علم التصوف والطریقت کا نام دیا۔

اسی بنا پر خلافت باطنی کے لئے تین طبقات علماء وجود میں آئے۔

(i) علمائے متکلمین: علمائے متکلمین نے درست اور صحیح عقائد کا تحفظ اور دفاع کیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں باطل افکار ونظریات کا ردکیا۔ جیسے امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی۔

(ii) علماء وفقہا: احکام قرآن وسنت لوگوں تک پہنچائے۔ جدید مسائل کے لئے اجتہاد کیا، آنے والے مسائل ومشکلات کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں عطا کیا اور اس کے لئے اصول وضوابط وضع کئے جیسے ائمہ اربعہ۔

(iii) صوفیاء واولیاء: طریقت وتصوف' صدق واخلاص اور باطنی دولت ان کے ذریعے امت میں جاری وساری ہوئی۔

عروجِ امت کیلئے الوہی انتظام

امراءٔ سلاطین اور صالح حکمرانوں کے ذریعے خلافت ظاہری کے لئے امرِ سیاسی کی حفاظت کا کام بھی ہوتا رہا اور علماء وفقہاء اور صوفیاء کے ذریعے خلافت باطنی کا اہتمام بھی ہوتا رہا لیکن یہ امر واقع ہے کہ ہر کام میں جوں جوں وقت گزرتا چلا جاتا ہے، احوال زمانہ کی وجہ سے اس میں بگاڑ بھی پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ زمانہ جیسے جیسے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے زمانے سے دور ہوتا چلا گیا اسی قدر امت زوال آشنا ہوتی چلی گئی۔ امت کے احوال بدل گئے، بگاڑ اور تباہی آئی، دین کی قدریں پامال ہوئیں، لوگ دین سے دور ہوتے گئے اور دین پر عمل ترک ہونے لگا۔

امت مسلمہ کا اس طرح زوال آشنا ہونا اور اس میں بگاڑ کا آنا اللہ رب العزت کے علم میں تھا چنانچہ اس علیم وقدیر ذات نے اس بگاڑ کی اصلاح کے لئے اور زوال کو پھر سے عروج میں بدلنے کے لئے علاج بھی امت مصطفوی کو عطا کیا اور درج ذیل تین طبقات امت

مصطفوی ﷺ کو عطا کئے:

۱۔ مصلحین: اصلاح کرنے والے

۲۔ مجتہدین: اجتہاد کرنے والے

۳۔ مجددین: تجدید دین کرنے والے

اصلاح احوال امت کو سنوارنے کیلئے مصلحین ومجتہدین کو ذمہ داری سونپی۔۔۔ اور امت کا زوال ختم کرنے کیلئے مجدد دین کا طبقہ بنایا۔

ان تینوں طبقوں کے سپرد جدا جدا کام کئے۔۔۔ ان کے دائرہ ہائے کار بھی جدا جدا رکھے۔ ان کے کام کارنگ و اسلوب بھی جدا جدا رکھا۔۔۔ ان کے احوال ومراتب بھی الگ الگ رکھے۔۔۔ ان کے کام کے اثرات کو بھی جدا جدا رکھا۔۔۔ ان کے درجات بھی مختلف رکھے۔

یہ لوگ امر سیاسی کی حفاظت کے لئے بھی آئے اور امر باطنی کی حفاظت کے لئے بھی آئے۔ اگر زوالِ امت امر مذہبی، امر باطنی اور اعمال واحکام میں آیا تو اس کی اصلاح کے لئے مصلح عطا کیا۔۔۔ اعمال واحکام کی اصلاح اور جدید مسائل کے حل کے لئے مجتہد عطا کیا۔۔۔ اور امر دین نے تجدید کا تقاضا کیا تو مجدد پیدا فرمادیا۔۔۔ گویا ہر ہر شعبہ دین کے اندر مصلح، مجتہد اور مجدد حسب ضرورت امت کو عطا کیا۔

مصلح کی آمد کا اصول اور ذمہ داریاں

مصلح کی آمد کا اصول وضابطہ یہ ہے کہ جب عقائد میں افراط وتفریط ہونے لگے، کمی بیشی ہونے لگی، غلو ہونے لگے۔۔۔ ادب الوہیت پیش نظر نہ رہے، ادب بارگاہ رسالت پیش نظر نہ رہے۔۔۔ ادب اولیاء وصلحاء پیش نظر نہ رہے، ادب دین پیش نظر نہ رہے۔۔۔ کتاب وسنت کے عقائد نظروں سے اوجھل ہو جائیں، باطل افکار ونظریات کی یلغار آنے لگے۔۔۔ تو پھر عقائد کی اصلاح کے لئے، اعمال واحکام کی اصلاح کے لئے مصلح کی ضرورت ہوتی ہے۔

مصلح اپنی محنت، کوشش اور جدوجہد سے اصلاح کا کام کرتا ہے، وہ بگاڑ کو مٹاتا ہے، غلو کو ختم کرتا ہے، اعمال واحکام پر لوگوں کو راغب کرتا ہے اوراور صحیح عقائد کا چہرہ سنوار کر امت کے سامنے رکھتا ہے۔ بہت سے علمائے صالحین اور بزرگان دین یہ فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

مجتہد کی آمد کا اصول اور ذمہ داریاں

اگر حالات اتنے زیادہ بگڑ چکے ہوں کہ مصلح کی اصلاح کارآمد نہ رہی ہو، عقائد، اعمال، اقدار اور حالات میں تغیر بہت زیادہ آ چکا ہو۔۔۔ نئے تقاضے اور مسائل اس قدر پیدا ہو چکے ہوں کہ علم وفکر، قانون اور اقدار کا تصور اپنی ظاہری ہیت کی تشکیل نو کو چاہتا ہو۔۔۔ کتاب وسنت پر عملدرآمد کو بحال کرنے کے لئے اخلاق کے نئے طور طریقے چاہتا ہو۔۔۔ حدیث پاک کی تعلیمات کا دور جدید کے مطابق معنی ومفہوم چاہتا ہو تو ایسے حالات میں مجتہد کو بھیجا جاتا ہے۔

مجتہد قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں مقررہ شرائط کے مطابق استنباط واستخراج کرتا ہے، قوانین کی تشکیل نو کرتا ہے۔۔۔ قرآن وسنت کی نصوص کی تعبیر نو کرتا ہے۔۔۔ قیاس سے کام لیتا ہے، اجتہاد کرتا ہے۔۔۔ ضرورت شرعی، نظائر شرعیہ، قضاء حکام، اقوال فقہاء، استدلال واستعاب، تغیر زماں سے تغیر احکام کے اصولوں کو اپناتا ہے۔۔۔ کبھی اجتہاد بیانی کرتا ہے اور کبھی اجتہاد قیاسی کرتا ہے، کبھی سنت کی نئی تعبیر لاتا ہے۔۔۔ کبھی حدیثوں کے نئے معارف کھولتا ہے اور کبھی معانی قرآن کے سمندر بہاتا ہے۔ وہ خداداد صلاحیت کے پیش نظر اسلاف کی یاد تازہ کرتا ہے وہ خدا و مصطفی ﷺ کے دین کو قابل عمل بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

مجدد کی آمد کا اصول اور ذمہ داریاں

جب حالات اس سے بھی زیادہ بگڑ جائیں کہ محض مجتہد کے آنے سے بھی حالات نہ سنوریں، دین اسلام کی قدریں مٹ جائیں، شعائر اسلام کا مذاق

اڑایا جانے لگے۔۔۔ دین اسلام کو ناقابل عمل سمجھا جانے لگے' لوگ دین سے منحرف ہونے لگیں۔۔۔ باطل غالب آنے لگے' طاغوت طاقتور ہو جائے۔۔۔ دین اور اہل دین کمزور ہو جائیں اور دین کا پرچم ظاہرا سرنگوں ہونے لگے۔۔۔ اسلامی اقدار منہدم ہونے لگیں' شریعت پر عمل ترک ہو۔۔۔ الغرض زندگی کا ہر شعبہ زوال کا شکار ہو تو ایسے حالات میں مجدد کو بھیجا جاتا ہے۔

مجدد خداداد صلاحیت سے دین کی مٹی ہوئی قدروں کو پھر سے زندہ کرتا ہے۔ کفر و طاغوت کے ہر باطل ہتھکنڈے کو کمال حکمت و بصیرت سے شکست دیتا ہے۔ وہ امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگاتا ہے۔ باطل کے ہر چیلنج کا منہ توڑ جواب دیتا ہے۔ باطل افکار و نظریات کا توڑ کرتا ہے۔ نتیجتاً احوال زمانہ اس کی کوشش سے بدل جاتے ہیں' وہ کفر و طاغوت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیتا ہے۔ دین اسلام کے پرچم کو سربلند کر دیتا ہے اور جو لوگ حالات زمانہ کی وجہ سے دین سے منہ موڑ چکے تھے پھر کشاں کشاں دین کی طرف راغب ہونے لگتے ہیں۔

مصلح، مجتہد اور مجدد میں فرق

مصلح: مصلح کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے اور یہ ہر وقت موجود ہے۔ ایک ہی وقت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی امت میں ہزاروں نیک اور مقرب لوگ اصلاح کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ مصلح کی اصلاح کی تاثیر مختلف ہوتی ہے یہ کم وقت کے لئے بھی ہوتی ہے اور زیادہ دیر کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے کسی خاص وقت کا تعین نہیں کیا گیا۔

مجتہد: مجتہد پر بھی کوئی پابندی نہیں لگائی کہ وہ کس سال میں سامنے آ سکتا ہے۔ امت کو جب بھی ضرورت اجتہاد ہو گی، مجتہد آئے گا۔ ہر گھڑی آ سکتا ہے' ہر وقت آ سکتا ہے، کوئی قدغن نہیں لگائی۔

مجدد: کار امت مصلح سے چلتا رہے گا' مجتہدین آتے رہیں گے لیکن جب سو سال گزر جائیں گے پھر مجدد کو بھیجا جائے گا۔ پھر مجدد جو کام کرے گا اس کا اثر سو سال تک رہے گا۔ سو سال کے بعد پھر جب دوبارہ ضرورت ہو گی تو پھر مجدد کو بھیجا جائے گا۔ مصلحین' مجتہدین اور مجددین یہ سب کے سب آئِمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا کے مصداق ٹھہرے۔ اب ہم قدرے تفصیل کے ساتھ مجدد کے حوالے سے بات کریں گے۔

تفویض کردہ امور کے لحاظ سے اقسام مجدد

ائمہ دین کے وضع کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں مجددین کے کام کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) خلافت ظاہری کے لئے ۔سیاسی مجدد

(۲) خلافت باطنی کے لئے:

(i) مجدد فی العقائد (ii) مجدد فی الاحکام

(iii) مجدد فی الطریقت والتصوف

واضح رہے کہ یہ تقسیم غلبہ حال اور خصوصی امتیاز کی نشاندہی ہے ورنہ ہر قسم میں سے کوئی بھی قسم دوسری قسم کے خواص وکمالات سے کلیتاً خالی نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو دوسری قسم کے ساتھ کوئی نہ کوئی نسبت اور اشتراک حاصل ہے۔

اگر جماعت مجددین کا تنقیدی جائزہ لیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ پاک نے ہر مجدد کو جدا جدا صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔

بعض کو یک جہتی' بعض کو دو جہتی بعض کو سہ جہتی اور بعض کو ہمہ جہتی مجدد بنایا' بعض مجددین کو کسی ایک وصف اور فن میں باکمال کر دیا اور اس مجدد نے اپنے دور کے اس فتنے کا مقابلہ کیا۔ کسی دوسرے دور میں کوئی نیا فتنہ اٹھا اس نئے فتنے کو ختم کرنے کے لئے کسی دوسرے مجدد کو بھیج دیا۔

جیسے فتنہ قادیانیت و مرزائیت کو ختم کرنے کے لئے حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو بھیجا' جنھوں نے ہر سطح پر اس کا مقابلہ کیا اور ''سیف چشتیائی'' لکھ کر اس فتنے کا سر کچل کر رکھ

دیا۔۔ فتنہ وہابیت ونجدیت پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خانؒ کے ذریعے اس فتنے کا سدباب کیا۔

برصغیر پاک وہند میں سیاسی وفکری زوال آیا تو حضرت علامہ محمد اقبالؒ کو پیدا کیا جنہوں نے امت کے عروق مردہ میں روح پھونکی اور سیاسی زوال کو ختم کرنے کے لئے قوم کو غفلت کی نیند سے بیدار کیا۔

بعض مجدد ہمہ جہت شان کے مالک ہوتے ہیں وہ بیک وقت سیاسی زوال، دینی زوال اور تصوف وروحانیت کے زوال کو ختم کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور ان کی سعی وکاوش سے اللہ رب العزت ہمہ جہت، نوعیت کی تبدیلی امت کا مقدر کردیتے ہیں۔

اس کی مثال ہمیں ماضی قریب میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی صورت میں نظر آتی ہے جنہوں نے بیک وقت اکبری الحاد اور اس کے بنائے ہوئے دین الٰہی کا مقابلہ بھی کیا۔ اس دور کے درباری علماء دین کے احکامات کو پس پشت ڈال چکے تھے اور طریقت کو شریعت سے جدا کیا جا رہا تھا، شریعت کا میلان ختم ہو چکا تھا۔ لوگوں کے عقائد کو بدلا جا رہا تھا۔ گویا ہمہ جہت نوعیت کا زوال تھا۔ اس زوال کے خاتمے کے لئے اللہ رب العزت نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو پیدا فرمایا۔ آپ کی محنت اور کوشش سے حالات بدلے احوال زمانہ بدلے امر سیاست میں تبدیلی ہوئی، لوگوں کو درست عقائد پر گامزن کیا، امر طریقت اخلاص کی صحیح راہ پر چل پڑا۔

مجدد احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حضور نبی اکرم ﷺ نے خود زبان رسالت سے مجدد کی تعریف، اس کا زمانہ تجدید اور اس کے کام کے اثرات کو بیان فرمایا:

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ ل يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس (علم) میں سے جو انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سیکھا روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آخر میں کسی ایسے شخص (یا اشخاص) کو پیدا فرمائے گا جو اس (امت) کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔" (ابوداؤد فی السنن، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائۃ، ۴/۱۹۰، رقم: ۴۲۹۱)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَأَحَبَّ الْعَبِيْدِ إِلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْأَتْقِيَاءُ الْأَخْفِيَاءُ الَّذِيْنَ إِذَا غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَإِذَا شَهِدُوْا لَمْ يُعْرَفُوْا أُوْلَئِكَ أَئِمَّةُ الْهُدَى وَمَصَابِيْحُ الْعِلْمِ. (الحاکم فی المستدرک، ۳/۳۰۳، الرقم: ۵۱۸۲، والطبرانی فی المعجم الأوسط، ۵/۱۶۳، الرقم: ۴۹۵۰)

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معمولی سا دکھاوا بھی شرک ہے اور بندوں میں سے محبوب ترین بندے اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی اور خشیت الٰہی رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو موجود نہ ہوں تو تلاش نہ کیے جائیں اور موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں، وہی لوگ ہدایت کے اِمام اور علم کے چراغ ہیں۔"

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ. (الدارمی فی السنن، باب: فی فضل العلم والعالم، ۱/۱۱۲، الرقم: ۳۵۴)

"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دورانِ حصولِ علم اگر کسی شخص کو موت آ جائے اور وہ اس لئے علم حاصل کر رہا ہو کہ اس کے ذریعہ سے اسلام کو زندہ کرے گا تو اس کے اور انبیاءِ کرام

کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔‘‘

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْفَرْيَابِيِّ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رضی الله عنه: إِنَّ اللهَ يُقَيِّضُ لِلنَّاسِ فِي كُلِّ رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُعَلِّمُهُمُ السُّنَنَ وَيَنْفِي عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم الْكَذِبَ. (المزی فی تهذیب الکمال، ۲۴/ ۳۶۵، والعسقلانی فی تہذیب التھذیب، ۹/ ۲۵)

’’حضرت ابو سعید فریابی رضی الله عنه روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی الله عنه نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر پر لوگوں کے لئے ایک ایسی شخصیت کو بھیجتا ہے جو لوگوں کو سنت کی تعلیم دیتی ہے اور حضور نبی اکرم صلی الله علیه وآله وسلم کی طرف منسوب جھوٹ کی نفی کرتی ہے۔‘‘

مجدد کی خصوصیات

احادیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مجدد انتخاب خداوندی ہے۔تجدید کی صلاحیت اس کی خلقت میں ودیعت کی جاتی ہے۔ یہ صلاحیت پروان چڑھتی رہتی ہے۔ جب مناسب وقت آتا ہے تو وہ مرد مجاہد اس کام کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔

☆ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ **یحیی به الاسلام** وہ ایسا علم حاصل کرتا ہے جس سے اسلام کو زندہ کرتا ہے۔ اس کے علم میں اسلاف کے علم کی جھلک بھی موجود ہوگی مگر اس کا امتیاز دور جدید کے مطابق اس کا تخلیقی علم ہوگا۔ وہ اپنے تخلیقی علم کے ذریعے احیاء وتجدید کا کام کرے گا اور دور حاضر کے مسائل اور فتنوں کا سدباب کرے گا۔

☆ مجدد کا علم قدیم وجدید کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ مجدد کی بنیادی ذمہ داری اصل بنیاد پر قائم رہتے ہوئے حال و مستقبل میں پیش آمدہ مسائل کا حل دینا ہے۔ دین میں کوئی نئی بات داخل نہیں کرتا نہ ہی ایسے اعمال بجا لاتا ہے جس سے اسلاف کی قائم کردہ عمارتوں کو منہدم کر دے‘ کتاب وسنت سے منحرف ہو جائے‘ شریعت کے وضع کردہ اصول وضوابط سے باہر نکل جائے بلکہ مجدد جو کچھ بھی کرتا ہے اسلاف کی پیروی میں کرتا ہے‘ ان کے کام کو موثر کرتا ہے‘ ان کی جدوجہد میں مزید تاثیر لاتا ہے۔ اُسے علوم عصریہ اور قدیمہ پر کامل دسترس عطا کی جاتی ہے۔قرآن وسنت کی تعبیر وتفسیر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کرنا اس کی ذمہ داری ہوتا ہے۔

☆ مجدد کا کردار اپنے زمانے اور معاشرے میں مثالی ہوتا ہے اور اس کا کردار‘ کردار نبوت کا عکس ہوتا ہے۔ نگاہ خداوندی اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اسے کردار مصطفیٰ صلی الله علیه وآله وسلم کا فیض ملتا ہے۔

☆ مجدد اپنی صلاحیت‘ قابلیت اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ہر دنیاوی عہدہ اور منصب کا اہل ہوتا ہے مگر اس کے دل میں کسی عہدہ ومنصب‘ جاہ وحشمت اور دنیاوی مال ودولت کا کوئی لالچ نہیں ہوتا۔ اگر دنیا جہاں کی دولت لا کر اس کے قدموں میں ڈھیر کر دی جائے تو وہ اسے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

مجدد کی مخالفت قانون فطرت ہے

یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم‘ فضل واحسان زیادہ ہو اس پر حسد بھی اسی قدر زیادہ کیا جاتا ہے۔عربی کا بھی قاعدہ ہے کہ **المنعم المحسود** ’’نعمتوں والے پر حسد کیا جاتا ہے۔‘‘

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ جس درخت پر پھل زیادہ ہوگا، پتھر بھی زیادہ اسی کو مارے جائیں گے۔

مجدد کی مخالفت کرنے والوں میں وہ تمام طبقات اور لوگ شامل ہوں گے جن کے مفادات دین کی مخالفت پر مبنی ہوں گے یا دین کے غلبہ کی صورت میں ان کے مفادات پر زد پڑے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی مخالفت کرنے والوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ظالم‘ فاسق وفاجر امراء ان کے دشمن تھے اسی

طرح بدعتی ان کا دشمن، جاہل علماء ان کے دشمن، حاسد اور متعصب علماء ان کے دشمن، جاہل اور مکار صوفی ان کے دشمن، تصوف وطریقت اور پیری ومریدی کے نام پر دکانداری چمکانے والے ان کے دشمن تھے۔

جس طرح ہر نبی کی مخالفت ہوئی، ان کے کام میں رکاوٹیں ڈالی گئیں، ان کے خلاف سازشیں ہوئیں، ان کا راستہ روکنے کی ہر کوشش ہوئی، بعض کو شہید تک کر دیا گیا۔ اسی طرح ان مجدد دین کو بھی بہت زیادہ آزمایا جائے گا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرمین میں سے دشمن بنائے۔''

چونکہ مجدد کار نبوت سرانجام دے رہا ہوتا ہے، وہ وراثت نبوت کو تقسیم کر رہا ہوتا ہے تو لامحالہ اُسے بھی ان مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم

''اہل حق علماء کی مثال زمین میں ایسے ہے جیسے آسمان کے ستارے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

ان العلماء ورثة الانبياء.

''بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''

وہ علماء جو ستاروں کی مانند ہیں اور علم نبوت کے وارث ہیں، وہی خلفاء، نائبین اور مجددین ہیں۔

احادیث مبارکہ میں آقا علیہ السلام نے اسی تصور کو بیان کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا:

ای الناس اشد بلاء قال الانبياء ثم الامثل فالامثل.

میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس کو آزمایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیائے کرام کو۔ پھر جو جتنا زیادہ ان کے قریب اور ان کے کام جیسا کام کرے گا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ

فقلت يا رسول الله ای الناس اشد بلاء؟ قال الانبياء قلت يا رسول الله ثم من؟ قال ثم الصالحون.

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ کس کو آزمایا گیا؟ فرمایا: انبیاء کو۔ میں نے پھر سوال کیا؟ ان کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صالح لوگوں کو۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

أنه قال اعظم الجزاء مع اعظم البلاء.

''بیشک عظیم جزا عظیم آزمائشوں سے ملتی ہے''۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ کوئی شخص تجدید دین جیسا عظیم فریضہ نبھائے تو یہ ناممکن ہے کہ اس کی کوئی مخالفت نہ ہو، تمام لوگ اس کی دعوت کو قبول کر لیں، ہر طرف سے اس پر پھولوں کی بارش ہو، کوئی مخالفت نہ ہو، کوئی مزاحمت نہ ہو، کوئی رکاوٹ نہ ہو، اسے کسی مشکل کا سامنا نہ ہو، عوامی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک اس کی پذیرائی ہو۔

بلکہ آغاز کام سے لے کر انجام کار تک اسے مخالفتوں، مزاحمتوں، تکلیفوں، پریشانیوں، رکاوٹوں، سازشوں اور مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ عوامی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک اس کے خلاف تقریریں بھی ہوں گی، تحریریں بھی ہوں گی، علماء بھی خریدے جائیں گے، جاہل اور دنیادار صوفیاء کی خدمات بھی لی جائیں گی، سرکاری مشینری اس کے خلاف استعمال ہوگی، درباری ملا اور پیر اس کے خلاف ہوں گے، سرکار کی زیر سرپرستی پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا اس کے خلاف استعمال ہوگا، معاشرے کے جرائم پیشہ لوگ اس کے خلاف ہوں گے۔ گویا مخالفت کا ایک طوفان ہوگا، کردار کشی کی ایک مہم چلے گی، مصائب وآلام، طوفان بن کر آئیں گے، قتل کے منصوبے ہوں

گئے' جیلوں میں ڈالا جائے گا۔

ان تمام حالات میں مجدد کی نظر اللہ تعالی اور مکین گنبد خضریٰ پر رہتی ہے۔ مشکلات اور پریشانیاں اس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتیں' جیسے جیسے مخالفت اور مزاحمت بڑھے گی ویسے ویسے اس کا کام بڑھتا جائے گا اور بالآخر وہ اپنی منزل مقصود کو پالے گا۔

مجدد کے ضروری اوصاف

ایک مجدد میں درج ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ ایمان اور صحتِ اعتقاد و عمل

۲۔ عدالت' تقویٰ اور پرہیزگاری

۳۔ قرآنی علوم اور ان کے لوازمات کا ضروری علم

۴۔ علم حدیث متعلقہ لوازمات کا ضروری علم

۵۔ فقہ، اصول فقہ اور متعلقہ لوازمات کا ضروری علم

۶۔ عربی زبان وادب سے صحیح واقفیت

۷۔ احکام شریعت کے مقاصد اور حکم ومصالح پر گہری نظر

۸۔ استنباط احکام' تعبیر نصوص' اور اجتہادی وقیاسی ضوابط کی کامل معرفت

۹۔ جدید پیش آمدہ مسائل کا صحیح فہم

۱۰۔ عصری تقاضوں کی صحیح واقفیت

۱۱۔ عصری فتنوں کا مکمل ادراک

۱۲۔ جدید علوم سے آگہی

۱۳۔ سنت وسیرت کی کامل اتباع

☆ ان جملہ اوصاف کی روشنی میں دیکھا جائے تو بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ذات ہمیں مجدد وقت کی صورت میں نظر آتی ہے۔

☆ قرآن وحدیث کے علوم اور معانی کی تعبیر نو اور تشکیل نو جس انداز میں آپ کر رہے ہیں۔ یہ اس دور میں فقط آپ ہی کی ذات کا حصہ ہے اور خصوصاً قرآن وحدیث کے وہ سائنسی علوم ومعارف جن کا زمانہ ماضی میں انکشاف نہیں ہوا اور آج کے دور کی ضرورت ہے اور آج کا انسان قرآن وحدیث کی سائنسی تعبیر مانگ رہا تھا۔ آپ نے اسی رنگ میں پیش کیا۔

☆ آج پھر پوری دنیا میں بالعموم اور عرب دنیا اور برصغیر پاک وہند میں بالخصوص تنقیص مقام رسالت کا فتنہ بڑی شدومد کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ آپ نے پوری دنیا میں مقام عظمت مصطفیٰ ﷺ، ادب مصطفیٰ ﷺ اور فروغ عشق رسول ﷺ کی تحریک برپا کر کے اس فتنہ کا سدباب کر دیا ہے۔ شرک وبدعت کے نام پر بہت سے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے مشرک اور بدعتی بنایا جا رہا ہے۔ آپ نے اس کا خطابات اور کتب کی صورت میں قلع قمع کیا ہے اور پوری دنیا میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محافل کی دھوم مچادی۔

☆ آپ نے قرآن مجید کا جدید سائنسی انداز میں جو ترجمہ عرفان القرآن کے نام سے کیا ہے۔ امت کی آٹھ سو سالہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی طرح "المنهاج السوی" سے لے کر جامع السنہ تک جو احادیث مبارکہ کے حوالے سے کام ہو رہا ہے جو امت مسلمہ کو آنے والے کئی سو سال تک ہدایت اور راہنمائی کا کام دیتا رہے گا یہ دونوں کام اجتہادی اور تجدیدی نوعیت کے ہیں۔

☆ ہمارے قدامت پرست مذہبی ذہن تصور تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل چکا ہے اور اجتہاد کو عملاً شجر ممنوعہ بنا دیا ہے۔ جو علمی اور فقہی کام آج سے کئی سال پہلے ہوا تھا، اس سے جزوی اختلاف یا اس میں اجتہاد نو کو فعل حرام سمجھتا ہے۔ آپ نے دور حاضر میں اجتہاد کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ جامد ذہنوں کو سوچنے پر مجبور کیا اور بہت سے جدید مسائل میں اجتہاد کر کے اس کا عملی ثبوت دیا۔

☆ دورحاضر میں تصوف وطریقت اور روحانیت محض ایک مردہ رسم بن کر رہ گئی ہے۔ خانقاہوں سے جو روحانی تربیت کا سامان ہوتا تھا۔ جس سے لوگوں کے احوال بدل جاتے تھے، ان کے اخلاق بدلے جاتے تھے، آج وہ

روحانیت کے مرکز اجڑ گئے ہیں۔ وہاں تصوف وطریقت اور پیری مریدی کے نام پر پیسے بٹورنے، مرید بنانے اور نذرانے اکٹھے کرنے کی جنگ جاری ہے۔ اکثر پیران کرام خود شریعت وطریقت سے عاری، اصول تربیت سے ناواقف، دل کے احوال سے بے خبر صاحب مزار سے نسبی تعلق کی بنیاد پر یہ دکان چلا رہے ہیں۔ انہوں نے جاہ وجلال، آنکھوں کا سرخ ہونا۔۔۔ جبہ، قبہ، دستار، ٹوپی۔۔۔ تسبیح، منکے، رنگا رنگ۔۔۔ روحانیت کی باتیں، شریعت کی مخالفت۔۔۔ ہاتھ پاؤں کا بوسہ، بیعت، دم، تعویز دھاگہ۔۔۔ بداخلاقی اور غیرمحرم عورتوں کے جن نکالنا وغیرہ کوتصوف وطریقت کا نام دے رکھا ہے۔

اور وہ حقیقی تصوف وروحانیت جو حضرت علی المرتضیٰؓ سے لے کر حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت شاہ نقشبندؒ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر مسعودؒ اور دیگر بزرگان دین کی زندگی میں تھا موجودہ دور میں اس کا تصور بھی ختم ہو رہا ہے۔ دوسری طرف منکرین تصوف اور روحانیت موجودہ دور کے تصوف کو دیکھ کر تصوف کی حقیقت اور عظمت ہی سے انکاری ہیں۔

آپ نے اس پہلو پر بھی مجددانہ نوعیت کا کام کیا ہے۔ علمی طور پر اسے قرآن وسنت صحابہ کرام، ائمہ اہل بیت اور ائمہ مجتہدین کے عمل سے ثابت کیا، دروس تصوف حقیقت تصوف، حسن اعمال، حسن احوال، سلوک وتصوف کا عملی دستور، فیوضات محمدیہ اور تذکرے اور صحبتیں جیسی نادر کتب تصنیف فرما کر اس فتنے کا رد کیا اور مرکزی اجتماعی اعتکاف کی صورت میں ہر سال دس دن آخری عشرہ رمضان المبارک میں عملی تصوف کا درس دے کر لوگوں کی عملی تربیت کا اہتمام کیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانیت اور امت مسلمہ کی سطح پر کئے گئے شیخ الاسلام کے جملہ اقدامات کی صحیح معنوں میں پیروی کرتے ہوئے مصطفوی مشن کی فکر کو فروغ دینے کے لئے شیخ الاسلام کے دست و بازو بنا جائے تاکہ احیائے اسلام، تجدید دین اور اصلاحِ احوال امت کا یہ عظیم مصطفوی مشن اپنی منزل سے ہمکنار ہوسکے۔

تنظیمات و کارکنان متوجہ ہوں!

قائد ڈے نمبر فروری 2012ء 2nd ایڈیشن کی اشاعت

قائد ڈے نمبر فروری 2012ء کی غیرمعمولی پذیرائی اور اندرون و بیرون ملک سے مزید ڈیمانڈ پر اس خصوصی شمارے کا 2nd ایڈیشن شیخ الاسلام کے حالیہ دورہ بھارت کی رپورٹ کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوچکا ہے۔

اس خصوصی شمارہ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی حقیقی اسلامی تعلیمات کے فروغ پر مبنی مذکورہ خدمات سے ہر سطح پر عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لئے تمام تنظیمات و کارکنان اپنا کلیدی کردار ادا کریں اور اپنے علاقوں میں موجود ہر طبقہ زندگی کی نمایاں شخصیات، قومی ونجی تعلیمی اداروں، لائبریریز، علماء، مشائخ اور سکالرز تک اس خصوصی شمارہ کو پہنچائیں۔

اس شمارہ کی قیمت 100 روپے مقرر کی گئی ہے۔ آپ کو یہ شمارہ کتنی تعداد میں درکار ہے؟ اس بارے درج ذیل نمبرز پر فوری طور پر مطلع کریں تاکہ VP کے ذریعے یہ شمارہ آپ کو جلد از جلد پہنچایا جاسکے۔

0300-8886334, 0305-4639396, 0300-8105740،042-111-140-140 Ext:128

ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

تعلیماتِ طریقت و شریعت سے بے بہرہ جعلی پیری مریدی

حافظ محمد عون سعیدی ☆

لگا ہے جھوٹ کا بازار آؤ سچ بولیں
نہ ہوں بلا سے خریدار آؤ سچ بولیں

اس مضمون میں معاشرے کے اندر سرطان کی طرح پھیلے ہوئے نام نہاد جھوٹے کاروباری پیروں کی خبر لی گئی ہے اور مسلک حق اہلسنت کی بدنامی کے اہم ترین پہلو کی طرف، فکر مند دماغ اور درد مند دل رکھنے والے دلوں کو متوجہ کیا گیا ہے۔ لہذا اس سارے مضمون کو کاروباری پیروں کے تناظر میں ہی پڑھا جائے ورنہ ہمارے نزدیک ولایت برحق ہے، کرامات اولیاء بھی برحق ہیں۔

شرائطِ مرشد

کسی جامع شرائط مرشد کی بیعت بھی ایک مستحب اور بابرکت کام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد کامل کی چار شرائط ارشاد فرمائی ہیں ان کے بغیر اس کا بیعت لینا جائز نہیں۔

۱۔ صحیح العقیدہ مسلمان ہو یعنی اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہو، بدعقیدہ اور بدمذہب نہ ہو۔

۲۔ عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو حتی کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کرسکتا ہو (یعنی مفتی ہو)۔

۳۔ علم کے مطابق عمل کرتا ہو۔ فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات پر دائمی عمل پیرا ہو اور تمام محرمات و مکروہات سے بچتا ہو۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ تک اس کی نسبت متصل ہو، یعنی اس کے مشائخ کا سلسلہ رسول ﷺ تک پہنچتا ہو۔ ہمارے زمانے میں بعض بے علم لوگ وعظ و تبلیغ کرتے ہیں اور جب کچھ حلقہ بن جاتا ہے تو لوگوں سے بیعت لینا بھی شروع کردیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بے علمی کا عیب چھپانے کے لئے علماء کی تنقیص کرتے ہیں، ان کو منافق اور بے عمل کہتے ہیں۔ ساتھ ہی خود کو اہل اللہ کا محبّ کہتے ہوئے اولیاء اللہ کی صف میں شمار کروانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ سادہ لوح عوام علماء کو چھوڑ کر ایسے بے علم واعظین اور بے عمل ''مرشدین'' کے حلقہ ارادت میں کثرت کے ساتھ شامل ہورہے ہیں۔ ہم اس جہالت اور تعصب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(فتاویٰ افریقہ، ص: ۱۴۷۔۱۴۶، ملخصاً، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مذکورہ شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے اگر موجودہ پاکستانی معاشرہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں ہر طرف ایسے کاروباری پیروں کی فوج ظفر موج نظر آئے گی جن میں مذکورہ شرائط کا دور دور تک پتہ نہیں ہوگا۔ کسی کا عقیدہ خراب ہے تو کسی کا سلسلہ غیر متصل۔۔۔ کوئی پابند سنت نہیں ہے تو کوئی اعلانیہ فاسق و فاجر۔۔۔ علم کی شرط ملاحظہ کریں تو اس پر پورے ملک میں معدودے چند پیر صاحبان ہی بمشکل پورے

☆ لیکچرر گورنمنٹ صادق ایجرٹن ڈگری کالج بہاولپور

اترتے نظر آئیں گے۔ جعلی پیروں کا بہت بڑا لشکر نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث اور فقہ و کلام سے بے خبر ہے بلکہ وہ علم اور علماء کا سخت دشمن بھی ہے۔ کیونکہ جس طرح سرمایہ دار، جاگیردار اور سیاستدان کی خیر اسی میں ہے کہ قوم جاہل مطلق رہے اسی طرح جھوٹے پیروں کی شان و شوکت کا راز بھی اسی میں پوشیدہ ہے کہ قوم علم و عمل سے بے گانہ رہے۔ کیونکہ ان پڑھ لوگ ان کو جس طرح چومتے چاٹتے ہیں اس طرح پڑھے لکھے لوگ نہیں کرتے۔ کسی بھی پیر کے ملاقاتیوں کو ملاحظہ کرلیجئے آپ کو ان پڑھ اور پڑھے لکھے لوگوں کے اندر ملاقات میں نمایاں فرق نظر آئے گا۔

انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس طرح کے تمام جعلی، بناوٹی اور کاروباری پیر اپنے آپ کو مسلک حق اہل سنت وجماعت سے منسوب کرکے اس کی بدنامی اور رسوائی کا سبب بنتے ہیں۔ نیز وہ علماء سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ ان کی نام نہاد بزرگی پر مہر تصدیق ثبت کریں۔ یہ ننگِ ملت، ننگ دیں، ننگ وطن لوگ ایسے زہریلے ہیں کہ انہوں نے اپنی شہوت کاریوں سے مسلک حق کو ادھ موا کرکے رکھ دیا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ نامور بزرگوں کی گدیوں سے منسوب ہیں۔ عمل صالح اور شریعت کی پابندی تو کجا وہ کرپٹ لوگوں کی سرپرستی کرتے ہیں رسہ گیروں سے ان کی دوستیاں ہیں۔ الیکشن میں مسلک کے نام کو استعمال کرتے ہوئے یہ لوگ ممبر اسمبلی بنتے ہیں اور پھر سیکولر جماعتوں کے ساتھ مل کر انہی کے ایجنڈے کو فروغ دینے کا باعث بنتے ہیں۔ اس تمام خرابی کی بنیاد درحقیقت ان کاروباری مولویوں نے فراہم کی ہے جو انہیں (معمولی خدمت کے عوض) لوگوں کے سامنے غوث زماں، قطب عالم، شہنشاہ ولایت وغیرہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

ان حضرات کی سیرت و کردار کو قریب سے دیکھیں تو ان کے فرعونی لہجے، شیطانی عادات و اطوار، یزیدی رسوم و رواج۔۔۔ غنڈوں اور بدمعاشوں کی سرپرستی، چوروں اور ڈاکوؤں کی پشت پناہی۔۔۔ باطل اعمال اور عقیدے، اعراس کے نام پر اسلام کش میلے ٹھیلے۔۔۔ کتوں اور ریچھوں کے مقابلے، قبروں اور مزاروں کی تجارت۔۔۔ صالحین کی تعلیمات پر عمل کی بجائے تعمیرات سے ولایت کی پیمائش۔۔۔ علماء کے خلاف سینوں میں بھڑکتی آگ، جہالت و رعونت میں اپنی مثال آپ۔۔۔ دین و شریعت کی بات پر منہ سے نکلتے انگارے۔۔۔ نماز روزے کا وقت آنے پر مرض اسہال، زکوۃ و جہاد کا نام سنتے ہی پیٹ میں درد قولنج۔۔۔ غیر محرم عورتوں کو بے پردہ مرید کرنا اور ان سے ٹانگیں دبوانا۔۔۔ یہ ہیں وہ کالے کرتوت جو ان ''پیروں'' کے نامہ اعمال میں درج ہیں۔

اگر آپ ان کے کفریہ و شرکیہ اور مبالغہ آمیز اشعار پر مصنوعی طور پر بدمست ہوکر جھومنے اور ناچنے والے جاہل مریدوں کو دیکھیں تو گویا انہیں ذبح کیا جارہا ہے۔۔۔ ان کے تعویذوں اور وظیفوں کو دیکھیں تو شیاطین سے استغاثہ پر مبنی جادو ٹونے کے پلندے معلوم ہوں۔۔۔ ان کی ''مقدس مسندوں'' کو دیکھیں تو ان پر کسی نیک سے نیک آدمی کا بیٹھ جانا یا صرف پاؤں لگ جانا بھی اعلیٰ درجے کی گستاخی شمار ہو۔

پھر پیران عظام کی ان گدیوں میں بھی مال و جائیداد کی طرح وراثت چل نکلی ہے (کیونکہ یہ بھی اب ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے) باپ کی گدی پر اولاد ہی بیٹھے گی خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ کسی مرید کی کیا مجال کہ وہ پیر مغاں کی سجادگی کا حقدار ٹھہرے خواہ وہ کیسا ہی رازی و غزالی کیوں نہ ہو اور یہی نااہلی اور وراثت سب سے بڑا سبب ہیں خانقاہی نظام کی تباہی کا۔

؎ زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ تقریباً ایسے تمام ''پیر صاحبان'' کا ذاتی طور پر قرآن و حدیث اور فقہ و کلام کی تعلیم و تعلم اور درس و تدریس سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ پورے ملک میں شاید ہی کوئی جاگیردار اور کھاتا پیتا پیر آپ کو ایسا نظر آئے جس کی اولاد کسی دینی مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم حاصل

کر رہی ہو، وہ تو آپ کو ملکی و غیر ملکی مہنگے ترین سکولوں، کالجوں میں طبقہ امراء کے ساتھ کھیلتی کودتی نظر آئے گی اور علم دین سے کوری ہونے کے باوجود مسند پر بھی وہی بیٹھے گی۔

تقریباً ہر پیر یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے مریدوں کی تعداد روز افزوں ہو، دوسرے پیروں کے مرید بھی فیضیاب ہونے کے لئے کسی نہ کسی طرح اس کے ''سلسلہ عالیہ'' میں شامل ہوجائیں اور اس خواہش نفس کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کے تشہیری و ترغیبی ہتھکنڈے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر کسی پیر کے مرید کم ہوں تو وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتا ہے اور زیادہ ہوں تو احساس برتری کا شکار ہوتا ہے۔

کئی نام نہاد پیر دینی مدارس بنانے اور تبلیغ و بیان کے خلاف ہوتے ہیں اور اس کی مضحکہ خیز دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ نہیں ہے۔ مجھے میرے ایک نہایت معتبر صاحبِ علم وعمل دوست جو خود اہلِ طریقت میں سے ہیں نے اپنا ذاتی واقعہ بتایا کہ

میں سرگودھا کے ایک پیر صاحب کی تیمارداری کرنے گیا تو ان کے ہاں بچوں کو سارا وقت کھیلتے کودتے اور شرارتیں کرتے دیکھ کر پیر صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کے ہاں مسجد میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دلوانے کا کوئی انتظام نہیں ہے؟ فرمانے لگے: ایک مولوی کو بچے پڑھانے کے لئے رکھا تھا مگر وہ ہمیں ہی تلقین کرتا رہتا کہ مسجد میں آکے نماز پڑھیں اب بتائیں کیا ہم اپنی مصروفیات اور مریدین کی بھلائی اور امور کے کاموں کو چھوڑ کر مسجد میں نماز پڑھنے کس طرح جاسکتے تھے۔ لہذا اس کے بار بار ہمیں ہی نماز کی تلقین کرنے کی وجہ سے اسے فارغ کردیا گیا۔

کئی پیر اپنی شان میں قصیدے لکھواتے ہیں اور کتابیں شائع کرواتے ہیں۔ کئی پیر اشتہاروں اور بینروں پر صرف اپنا نام لکھنے کا حکم جاری کرتے ہیں کسی دوسری شخصیت کا نام ان کے لئے سوہان روح ہوتا ہے۔ کسی پیر کا مرید اگر زیادہ مشہور ہونے لگ جائے تو اسے فوراً حلقہ ارادت سے فارغ کردیا جاتا ہے۔ تقریباً ہر پیر دوسرے پیر کی شان گھٹانے کے لئے صراحتاً نہ سہی اشارتاً و کنایۃً ضرور تنقیص کرتا ہے۔ اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور دوسرے کو ناقص۔ جاہل پیر، عالم پیر کے متعلق یوں کہتا ہے کہ ''وہ تو علماء میں سے ہے''، طریقت کا بادشاہ تو میں ہوں۔

ان جاہل پیروں کی اہل علم سے بھی بظاہر خاصی دوستی ہوتی ہے۔ انہیں شوق ہوتا ہے کہ علماء ان کے مرید تو ضرور بنیں مگر ہر بات میں آنکھیں بند کرکے ان کے پیچھے چلتے رہیں، کسی مسئلہ میں اختلاف کی ان کے ہاں کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایسے پیروں کا اکثر یہ مقولہ ہوتا ہے کہ ''علم اپنے گھر میں رکھ کے آؤ تو پھر کچھ پاؤ گے'' اور اس بات کے لئے وہ واقعہ خضر و موسیٰ علیہما السلام کا سہارا لیتے ہیں۔

چہ نسبت خاک رابعالم پاک

اپنی تعریفیں سن سن کر پیر صاحب کا نفس اتنا متکبر ہوچکا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کی اصلاح کے لئے ہلکا سا اشارہ بھی کردے تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اگر پیر صاحب کی کسی محفل میں کوئی بیرونی عالم بھی مدعو ہو اور وہ صرف اللہ و رسول کی تعریف کرکے چلا جائے تو پیر صاحب آئندہ کے لئے اس کو نہ بلانے کا عندیہ دے دیتے ہیں۔

بعض پیروں کے ہاں شریعت و طریقت کی باقاعدہ جنگ کروائی جاتی ہے اور بالآخر طریقت کا پہلوان شریعت کے پہلوان کو چاروں شانے چت گرا دیتا ہے اور اس کی فتح کا نعرہ لگادیا جاتا ہے۔ کئی جاہل پیر اپنے مریدوں کو یوں درس دیتے ہیں کہ ہمارے پاس باطنی علم ہے اور علماء کے پاس ظاہری علم، رس ہم نے پی لیا ہے پھوک مولویوں (علماء) کے آگے ڈال دی ہے، گریاں ہم نے کھالی ہیں چھلکے مولویوں (علماء) کے سامنے پھینک دیئے ہیں۔ حال ہی میں ایک مقام پر کچھ پیروں کے زیر سرپرستی لاکھوں روپے لگا کر محفل نعت و قوالی منعقد ہوئی

جس کے پنڈال کے مین گیٹ پر یہ ہدایت لکھی ہوئی تھی ''مولویوں کا داخلہ ممنوع ہے'' اس محفل میں جو ایمان سوز اور دل دوز قسم کی ہڑبونگ مچائی گئی اس پر **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** ہی کہا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: اگر ان جاہل پیروں کو علماء کے مرتبے کا پتہ چل جاتا تو یہ اپنے آپ کو ان کے سامنے گونگا اور اندھا سمجھتے (تلبیس ابلیس، ص: ۲۵۱۱)

بعض پیر بتیاں بند کرواکے عورتوں اور مردوں کے مخلوط مراقبے کرواتے ہیں۔ کئی پیر رمضان کے مقدس مہینہ میں مردوں اور عورتوں کو آمنے سامنے بٹھا کر افطاریاں کرواتے ہیں۔ پھر ان پیروں کی زیرنگرانی صالحین کے مزارات پر جو اودھم مچائے جاتے ہیں اور جو جرائم وہاں پنپتے ہیں کبھی جاکر ان کی بھی خبر لیجئے۔ بہت سے نفع بخش مزارات محکمہ اوقاف کے قبضہ میں ہیں۔ وہاں کے گلوں میں عوام الناس جو لاکھوں روپے ڈال جاتے ہیں ان کا مصرف عام طور پر کیا ہوتا ہے یہ کسی باخبر سے پوچھ لیجئے۔ علماء کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو ان کی دولت کے حقیقی مصرف سے آگاہ کریں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یہ پیر، مسلک کی تنظیمی ترقی، تعلیمی و تدریسی خدمت اور اجتماعیت کے لئے بھی سنگ گراں ثابت ہوتے ہیں نہ خود کام کرتے ہیں نہ کسی دوسرے کو کرنے دیتے ہیں۔ بہت سے پیر اپنے مریدوں کو کسی بھی فعال تنظیم سے وابستہ نہیں ہونے دیتے۔ ہاں اگر پیر نے اپنی کوئی تنظیم بنا رکھی ہے تو اس کو چلانا سب مریدوں کے لئے فرض عین ہوتا ہے۔

گر ہمیں خانقاہ وہمیں پیراں، کار مریداں تمام خواہد شد

ان سب حالات کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ ہر جگہ جاہل مریدوں کا ایک بہت بڑا گروہ ان جعلی پیروں کے پیچھے بڑے ادب کے ساتھ ہاتھ باندھے نظر آئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وظیفہ خور علماء جب بھی تقریر کرتے ہیں تو **اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** پڑھ پڑھ کر پیر کی طرف اشارے کرتے ہیں۔ کاروباری نعت خوان حمد و نعت پڑھ پڑھ کر پیر کی جانب اشارے کرتا ہے اور اس طرح جہلاء کو پیر کا بے دام غلام بن جانے کی جذباتی ترغیب ملتی ہے۔ ویسے آج کل کاروباری علماء کا کاروبار خاصا مندا جارہا ہے کیونکہ اب اس کی سیٹ کاروباری نعت خواں نے سنبھال لی ہے۔ اس لئے پیروں کو اپنا کاروبار چمکانے کے لئے اب مولویوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

تربیت کے عجیب کرشمے

ان پیروں کے ذریعے مریدوں کی جس طرح تربیت ہورہی ہے وہ بھی انتہائی اذیت ناک ہے، چند ایک تربیتی مناظر ملاحظہ ہوں:

پیر صاحب جونہی اپنے دولت خانہ کی دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہیں تو دروازے پر نظریں گاڑے مریدین پر گویا نزع کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ ہاؤ ہو کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، کوئی شوں شوں کی آواز نکالتا ہے کوئی تالیاں بجاتا ہے، کوئی درود و سلام پڑھتا ہے، کوئی نعرے لگاتا ہے کوئی جوتے اتارتا ہے۔ کوئی کچھ کرتا ہے اور کوئی کچھ کرتا ہے۔ اب ملاقات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، پیر صاحب مریدوں کے جراثیم سے بچنے کے لئے ہاتھوں پہ دستانے چڑھالیتے ہیں، کوئی مرید قدموں میں گرا ہوا ہے، کسی نے گھٹنے تھام رکھے ہیں، کوئی کندھوں کو بوسے دے رہا ہے، کوئی پشت سے چمٹا ہوا ہے، کوئی ہاتھ چومنے کے چکر میں ہے۔ غرضیکہ ایک ہنگامہ بپا ہے اور دھکم پیل ہورہی ہے۔ (حالانکہ ایک مسلمان کو نماز کے لئے بھی دھکم پیل اور بھاگ دوڑ کی اجازت نہیں ہے) جبکہ پیر صاحب نے بڑی شان بے نیازی سے ہاتھ آگے کیا ہوا ہے کسی کو ایک ہاتھ ملاتے ہیں تو کسی کے لئے سر ہلاتے ہیں، کسی کو ایک انگلی تھماتے ہیں تو کسی کو دو انگلیاں۔ پیر صاحب کی آمد و رفت پر بار بار کی اٹھک بیٹھک ہوتی ہے۔ ہاتھ جوڑ

جوڑ کر بات کی جاتی ہے جان کی امان طلب کی جاتی ہے۔ کوئی حالت قیام میں ہے تو کوئی حالت رکوع میں، کوئی سجدہ کررہا ہے تو کوئی التحیات میں بیٹھا ہوا ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ نے پیر صاحب کے ہاتھ چومنے میں ذرا سی کوتاہی کرلی تو بس! پیر صاحب کا غیظ و غضب دیکھنے والا ہوتا ہے، آنکھیں شعلہ بار ہوجاتی ہیں اور جسم تھرتھرانے لگتا ہے۔ آپ ایک نظر کی جنبش میں مریدین سے مرتدین کی صف میں شامل کرلئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ نے کسی مجبوری کے تحت نذرانہ کی ادائیگی میں کچھ پس و پیش کی ہے تو آپ ہمیشہ کے لئے پیر صاحب کی نظروں میں کھٹک جاتے ہیں، توجہات و تصرفات سے محرومی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، زمین و آسمان کی تمام آفات و بلیات آپ کے گھر کا مقدر ٹھہرتی ہیں۔ ایسے مرید کے گھر میں قدم رکھنا گویا پیر صاحب کے لئے جہنم میں جانے کے برابر ہوتا ہے۔

پیر صاحب کی اولاد کے لئے شاہانہ القاب اور مریدوں کے لئے انسانیت سے بھی گرے ہوئے القاب استعمال کئے جاتے ہیں۔ کئی پیروں سے اتنا استغاثہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا نہیں کیا جاتا۔ کئی پیر بڑے تجسس پھیلانے والے (Suspense creative) ہوتے ہیں۔ ہمیشہ نظریں جھکا کے رکھتے ہیں۔ جاہل مرید اپنے پیر کی صرف ایک نظر کرم کے لئے تڑپتے پھڑکتے رہتے ہیں مگر پیر بھی ایسا پکا ہوتا ہے کہ لمحہ بھر کے لئے دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ اگر کوئی مرید اپنے پیر کے بغیر کعبۃ اللہ کا طواف کرلے تو پیر صاحب اس بات کو رسول پاک ﷺ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر قیاس کرکے اس پر ہمیشہ کے لئے ناراض ہوجاتے ہیں۔

ہر پیر کے مریدوں کی علیحدہ شناخت ہوتی ہے۔ خاص رنگ کی ٹوپی اور خاص قسم کی سلائی، خاص رنگ کی پگڑی اور خاص قسم کی بندش۔ یہ بات شاید کوئی ایسی قابل اعتراض نہ ہوتی مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ شناختوں والے مرید جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو یوں گھور کے دیکھتے ہیں جیسے ابھی کچا چبا جائیں گے۔ کچھ عرصہ پہلے سلسلہ ہائے بیعت الفتوں اور چاہتوں کا سبب ہوتے تھے مگر اب نفرتوں اور عداوتوں کا باعث ہیں۔ قرآن کے غلاف کو وہ عظمت حاصل نہیں ہوتی جو پیر صاحب کی چادر کو حاصل ہوتی ہے۔ کتاب اللہ کی گرد تو جھاڑ دی جاتی ہے مگر پیر صاحب کی مٹی کو غازہ بنایا جاتا ہے۔ مسجد کی صفائی سے برکت حاصل کرنے کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا مگر پیر صاحب کی گاڑی کو عماموں کے ساتھ صاف کیا جاتا ہے اور چادریں لگا لگا کر حجر اسود کی طرح بوسے دیئے جاتے ہیں۔ کئی پیروں کا لعاب دہن بطور تبرک استعمال کیا جاتا ہے اور کئی پیروں کے ہاتھوں کا ماء مستعمل نوش جان کیا جاتا ہے۔

مرید کی انواع و اقسام

''جیسا منہ ویسی چپیڑ'' کے مصداق آج کل کے مرید بھی انواع و اقسام کے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ مرید ہوتے وقت ایسے پیر کا انتخاب کرتے ہیں جس کے تعلقات وسیع تر ہوں اور وہ بازار سیاست میں بڑے اثر و رسوخ کا مالک ہو۔ بعض لوگ صرف ایک پیر پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ حسب ضرورت موقع بہ موقع پیر بدلتے رہتے ہیں۔ بعض مرید اپنی گدی کے اسی پیر سے زیادہ تعلقات بنا کے رکھتے ہیں جس سے وقتاً فوقتاً اپنے مفادات حاصل کئے جاسکیں۔ بعض مرید ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا مقصد حیات اپنے پیر کی نظر میں دوسرے پیر بھائیوں کی حیثیت کو گرانا اور اپنی حیثیت کو بڑھانا ہوتا ہے اور اس کے لئے شکایات کی ایک بہت بڑی پوٹلی ہر وقت ان کے ساتھ رہتی ہے۔

بعض مرید جب چہرے پہ داڑھی اور سر پہ پگڑی سجالیتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مفتی اعظم سمجھنا شروع کردیتے ہیں، اب ان کے نزدیک بڑے بڑے شیوخ الحدیث والتفسیر بھی کسی شمار میں نہیں ہوتے۔ آسمان کے

نیچے بس ایک وہ ہوتے ہیں اور دوسرا ان کا پیر۔ چونکہ آج کل بعض پیروں نے خلافت کی منڈی بھی لگا رکھی ہے لہذا بہت سے بندگان نفس ایسے ہی پیروں کو ترجیح دیتے ہیں اور چند روز میں خلافت حاصل کرکے سارے غوثوں قطبوں کے سردار بن جاتے ہیں۔ پیران باصفا کی تربیت اور کاروباری مولویوں کے نصیحت کی بناء پر سب مریدوں کے نزدیک ان کے پیر کی بات حرف آخر اور پتھر پہ لکیر ہوتی ہے بلکہ پیر کا ایک اشارہ بھی وحی جتنی طاقت رکھتا ہے لہذا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی پیر صاحب کے اقوال زریں کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھنے کی جرات نہیں کرسکتا، ورنہ وہ بڑا بے ادب، جھوٹا اور گستاخ کہلائے گا۔

کچھ مرید اپنے پیر کا مرید ہونے کو حافظ و قاری ہونے سے بھی زیادہ باعث فضیلت سمجھتے ہیں اور اس طرح کلام اللہ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کچھ مرید جو احکام شریعت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے وہ پیر صاحب کی خدمت میں آئے روز کی حاضریاں لگوا کر جنت کی بکنگ کرواتے ہیں۔ تقریباً ہر پیر کا مرید دوسرے پیر کی خرابیاں اور اپنے پیر کی خوبیاں بیان کرکے اس کا مرید ہوجانے کا درس دیتا پھرتا ہے۔ اپنے پیر کی نسبت کو ہر کسی کے نام کے ساتھ لگاتے پھرنا گویا بہت بڑی نیکی اور خدمت دین سمجھا جاتا ہے۔ اگر ایک پیر کا مرید کسی دوسرے پیر کی تعریف کردے تو اسے فوراً راندہ درگاہ قرار دے دیا جاتا ہے۔

پیروں کی جائیدادیں اور تعلقات

سینکڑوں ہزاروں مربع زمینیں، وسیع و عریض کاروبار، کروڑوں اربوں کے بینک بیلنس، مہنگی ترین گاڑیاں، مہنگے ترین علاقوں میں محلات اور کوٹھیاں، فائیو سٹارز ہوٹلوں کے کھانے اور رہائشیں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، سیاست کی آنیاں جانیاں، اعلیٰ سطح کے حکومتی وغیر حکومتی تعلقات، امیر ترین خانوادوں اور خاندانوں میں رشتے، ایسی سہولیات و تعیشات کہ بڑے بڑے وزیر بھی دیکھ کر رشک سے مرجائیں۔ کسی بھی حکومت کو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

ہر آنے والی نئی حکومت **سرا و علانیة** ان کی آشیر باد حاصل کرتی ہے۔ انہیں مختلف عہدوں سے نوازا جاتا ہے، وزارتیں پیش کی جاتی ہیں، کانفرنسوں میں مہمان خصوصی بنایا جاتا ہے، غیر ملکی دورے کروائے جاتے ہیں، بیش بہا تحائف دیئے جاتے ہیں، بوقت ضرورت خزانوں کے منہ ان کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی زبان پر یہی وظیفہ ہوتا ہے، نرخ بالا کن ارزانی ہنوز، ان کا پیٹ یہی صدائیں دیتا ہے شکم فقیراں تغار خدا ہر چہ آید فنا درفنا۔ ان کا سمندر سے بھی زیادہ ڈونگا دل پکار پکار کر یہی کہتا ہے **هل من مزيد، هل من مزيد.**

صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: ''آج کل بہت سے لوگوں نے پیری مریدی کو پیشہ بنالیا ہے، سالانہ مریدوں میں دورے کرتے ہیں اور طرح طرح سے رقمیں کھسوٹتے ہیں جن کو نذرانہ وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بہت سے پیر ایسے بھی ہیں جو اس کے لئے جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں یہ (سب) ناجائز ہے۔ (بہار شریعت، ج:۲ص:۷۰، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ بعض پیر کمانے کی طاقت رکھتے ہیں مگر وہ سارا دن اپنے آستانوں پر لوگوں سے خیرات وصول کرتے رہتے ہیں۔ ان کا دھیان ہر وقت اس طرف لگا رہتا ہے کہ کوئی عقیدت مند بھی آئے گا اور نذرانہ پیش کرے گا۔ حالانکہ شریعت کا واضح مسئلہ ہے کہ غنی اور قوی شخص کے لئے خیرات لینا جائز نہیں (کہ یہ بھیک ہے) (تلبیس ابلیس، ص:۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بہر حال پیری مریدی ایک خالصتاً نفع بخش کاروبار اور بہترین ذریعہ روزگار ہے۔ اس میں خسارے کا سودا بالکل نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص پیر بن کے بیٹھ جائے اس کی جھگی کا خرچہ بغیر کسی محنت کے بیٹھے بٹھائے چلتا رہتا

ہے بلکہ مزید آسامیاں پھنسانے کے لئے لنگر کے پیسے بھی وافر مقدار میں ملتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا:

؎ نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا

پیر بننے کے چند نسخے

یقیناً آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنا منافع بخش کاروبار یقیناً بڑی محنتوں اور مشقتوں کے بعد ہی چلتا ہوگا، نجانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہوں گے اور کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑتی ہوگی۔ حالانکہ پیر بننا اس دنیا کا آسان ترین کام ہے۔ اگر آپ کسی پیر خاندان یا سید خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو پھر تو آپ بنے بنائے سکہ بند پیر ہیں۔ پیری مریدی آپ کا خاندانی اور موروثی حق ہے، جسے کوئی مائی کا لعل بھی آپ سے چھین نہیں سکتا، ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آئے۔

اگر ایسا نہیں اور آپ تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا جانتے ہیں تو پھر بازار سے عامل بنانے والی تعویذات کی کوئی کتاب خرید لیں اور دم درود جھاڑ پھونک کا سلسلہ شروع کردیں۔ آپ کا یہ کاروبار برق رفتاری سے ترقی کرے گا، راتوں رات آپ کا نام پیران عظام کی فہرست میں شامل کرلیا جائے گا اور چند ہی دنوں بعد جہلاء کرام آپ کی دست بوسی کے لئے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہوں گے۔

اگر یہ بھی نہیں تو کوئی ایسا شیخ طریقت ڈھونڈ لیجئے جو پانچ سات سبقوں کے بعد آپ کو خلافت دے ڈالے تب بھی آپ وہ القاب ومراتب حاصل کرلیں گے جن کا بڑے بڑے علماء کرام بھی تصور نہیں کرسکتے۔ پیر بن جانے کے بعد زندگی کے وارے نیارے تو پکے ہیں، مرنے کے بعد بھی قل خوانی، چہلم، عرس، مزار، خانقاہ اور اولاد کی سرپرستی وغیرہ کے متعلق فکرمند ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، سب کچھ خود بخود (Automatically) ہوتا چلا جائے گا۔ نماز وغیرہ پڑھنے کی ضرورت تو بالکل نہیں، کوئی پوچھے تو کہہ دیجئے کہ ’’مدینے میں پڑھتے ہیں‘‘۔ یہ جواب بھی ابتدائی ایام کے لئے ہے جو بعد میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ نماز وغیرہ تو مبتدی لوگوں کے لئے ہوتی ہے ہم جیسے منتہی لوگوں کو اس کی کیا ضرورت؟

پرہیز علاج سے بہتر ہے

ہم نے آپ کو نسخہ تو بتادیا مگر پرہیز نہیں بتاسکے۔ یاد رکھئے علم دین سے پرہیز بے حد ضروری ہے۔ بارہ بارہ سال محنت کرنی پڑتی ہے، دن رات ایک کرنے پڑتے ہیں، اساتذہ کی جھڑکیاں سہنی پڑتی ہیں، مدرسہ کے قوانین اور نظم و ضبط کا خیال رکھنا پڑتا ہے، کھانا پینا حسب خواہش نہیں ملتا، جیب خرچ کی کمی ہوتی ہے اور امتحانات سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جب بندہ عالم بن جاتا ہے تو در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ مساجد میں مقتدیوں کی خوشامد، مدارس میں مہتممین کے نخرے، تقریروں میں عوامی جذبات کا خیال، خانقاہوں میں پیروں کی تعریفیں، بازاروں میں لوگوں کے طعنے، آمدنی بھی کم، عزت بھی تھوڑی وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر کبھی آپ کو حق گوئی و بے باکی کا شوق چرا گیا تو مسجد بھی گئی، مدرسہ بھی گیا، تقریریں بھی بند، پیروں کی بددعائیں بھی ساتھ، مریدوں کے ہتھے چڑھ گئے تو مالش بھی خوب، دوسرے مسلک والے تو ویسے ہی آپ کے مخالف ہیں اپنے مسلک والے بھی جوتے ماریں گے۔ کسی دانشور نے کہا تھا دوستوں سے تم مجھے بچالو دشمنوں سے میں خود نمٹ لوں گا۔

اگر آپ درس و تدریس سے وابستہ ہیں تو جن شاگردوں کو آپ دس دس سال پڑھائیں گے اگر وہ کسی کے مرید ہوگئے تو آپ سے حاصل کی ہوئی ساری تعلیم کے متعلق برملا کہتے پھریں گے کہ یہ سب کچھ میرے پیر کے جوتوں کا صدقہ ہے۔ آپ کے پاس بھول کر بھی نہیں آئیں گے مگر پیر کے در پر آئے روز کی حاضریاں لگوائیں گے۔ آپ کی دعا میں کوئی اثر نہ پائیں گے مگر پیر کی دعا ایک دم اکسیر ہوگی۔ نذرانے پیش کریں گے تو پیر کی خدمت میں، آپ سے الٹا کچھ کھا پی کے جائیں گے۔ دعوت کریں گے تو آپ کو مفت بلانا بھی پسند نہیں کریں گے مگر پیر کو سپیشل

پروٹوکول کے ساتھ بلائیں گے۔ اگر آپ اور پیر صاحب کبھی اکٹھے ہوگئے تو پہلے پیر کے قدموں کو چومیں گے پھر آپ سے ہاتھ ملائیں گے۔ جس پیر نے ساری عمر سوائے حاضریوں کے کچھ نہیں دیا اور ہزاروں روپے سمیٹتا رہا ہے اس کو بہترین نشست پہ بٹھائیں گے اور آپ جو کہ ساری عمر مغز ماری کرتے رہے ہیں اور تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزار کر ایک مقام پہ لاکھڑا کیا ان کو پیر صاحب کے قدموں میں بٹھائیں گے۔ سٹیج پر پیر صاحب کے لئے خاص انتظام کیا جائے گا اور آپ کو صرف بیٹھنے کی جگہ مل جائے تو بھی غنیمت ہے۔ پیر کا کتا کہلانے میں بھی فخر محسوس کریں گے اور آپ کا شاگرد کہلانے میں بھی عار محسوس کریں گی۔ یہ سب تو وفادار شاگرد کی پھرتیاں تھیں اور اگر خدانخواستہ آپ کا شاگرد غدار نکلا تو پھر؟؟؟ لہذا عافیت اسی میں ہے کہ پیری مریدی کا پیشہ اختیار کریں اپنوں غیروں سب کی آنکھوں کا تارا بن جائیں گے۔ بڑے بڑے وزیر و مشیر اور دولت مند آپ کے قدموں میں بیٹھیں گے۔

لمحہ فکریہ

آج جو کچھ ان نام نہاد کاروباری پیروں اور نعت خوانوں کے پاس ہے سارا کا سارا سادہ لوح عوام اہل سنت کا ہے۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کے ذاتی استعمال میں ہے، دین کو اس کا ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہے۔ جو کچھ انہیں دیا گیا تھا وہ عقائدِ صیحیہ کے فروغ، دین کی سربلندی اور علم و عمل کی ترقی کی نیت سے دیا گیا تھا مگر اب جبکہ یہ آشکارا ہو چکا ہے کہ یہ لوگ دین کی خدمت کی بجائے شکم پروری کا کام کر رہے ہیں تو پھر علماء حق کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان ''مقدس'' کاروباریوں کا مکمل احتساب کریں۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی عزت، عظمت، مال و دولت سب کچھ علماء کرام کی وجہ سے ہے۔ آج بھی اگر علماء کرام ان کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں اور عوام کو حقائق سے آگاہ کرنا شروع کردیں تو ان کاروباریوں کے تمام پلازے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی طرح دھڑام سے زمین پر آگریں گے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ مسلکِ اہل سنت و جماعت علم اور عمل کا نام ہے ان کاروباریوں کا تقدس برقرار رکھنے کا نام نہیں ہے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جن کے کالے کرتوتوں کی وجہ سے بدباطن اور بدعقیدہ لوگوں کو مسلک حق پر کیچڑ اچھالنے کا موقع مل رہا ہے۔

بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

ان لوگوں کی منظّم سازش کے نتیجے میں اب لوگوں کا علماء حق سے بھی اعتماد اٹھ چکا ہے اور ان کی سر عام تذلیل کی جارہی ہے۔ راقم الحروف کو خود ایک جاہل پیر نے کہا کہ ''جو مسئلہ ہم بتادیں چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو پتھر پہ لکیر ہوتا ہے، اب کوئی بڑے سے بڑا مفتی بھی صحیح مسئلہ بتائے تو مرید کو اس پر یقین نہیں آئے گا''۔ دیگر مسالک میں صرف اور صرف علماء کو اہمیت حاصل ہے۔ ان کے لئے سب کچھ ان کا عالم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مدرسین معاشی حوالے سے پریشان نہیں ہوتے مگر ہمارے مسلک میں سب کچھ کاروباری پیر اور نعت خوان بنے بیٹھے ہیں اور مدرسین بے چارے انتہائی مفلوک الحال ہیں۔

عقائدِ صیحیہ کا فروغ اور دینی اقدار کی بقاء کی جنگ انہی علماء کو لڑنی پڑتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ علماء کرام اپنے مقام کو پہچانیں اور اس کا تحفظ کریں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جب وقت تھوڑا ہو تو سنتیں اور نفلیں چھوڑ دینی پڑتی ہیں اور فقط فرض ادا کئے جاتے ہیں۔ علم دین کا حصول فرض ہے اور باقی محفلیں وغیرہ زیادہ سے زیادہ مستحبات میں شامل ہیں۔ اس دور زوال میں اب مستحبات کا وقت نہیں رہا۔ جتنی جلدی ہوسکے علم کا فرض ادا کیا جائے، جگہ جگہ مدارس کھولے جائیں اور سابقہ صحیح دینی کام کرنے والے مدارس کو مضبوط کیا جائے۔ ایک محفل کا فائدہ زیادہ سے زیادہ چند دنوں کا ہوتا ہے مگر ایک مدرسہ صدیوں تک اپنی روشنی پھیلاتا رہتا ہے۔ اگر جگہ جگہ دینی مدارس قائم کردیئے جائیں تو روشنی کا ایسا سیلاب آئے گا کہ اندھیروں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔

کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات

ترجیحات کا تعین کرنا

قسط:11

شفاقت علی شیخ ☆

قارئین کے پسندیدہ اس سلسلہ وار مضمون میں امریکن رائٹر ’’سٹیفن آر کووے‘‘ کی تحریر Seven Habits of highly effective people کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون کا یہ سلسلہ ماہنامہ منہاج القرآن میں جنوری 2011ء سے جاری ہے اور اب تک دو خصوصی عادات ’’ذمہ داری قبول کرنا‘‘ اور ’’انجام پہ نظر رکھنا‘‘ کو مختلف جہات سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات میں سے تیسری عادت ’’ترجیحات کا تعین‘‘ کا دوسرا حصہ نذرِ قارئین ہے۔

اہم و فوری نوعیت کے امور کی انجام دہی

اگر ہم بحران سے دوچار کام، شدید دباؤ میں آئے ہوئے کام، فوری حل طلب مسائل، مقررہ تاریخ میں مکمل کئے جانے والے منصوبہ جات کو ملتوی کرتے رہیں گے اور ان اہم اور فوری نوعیت کے حامل کاموں کو آخری وقت تک ٹالتے رہیں گے تو یہ تمام کام بحرانی شکل اختیار کرلیں گے اور انہیں مزید ٹالنا انسان کے بس میں نہیں رہے گا۔ ہمارے وقت کا بیشتر حصہ انہی کاموں کو کرنے میں گزرجائے تو پھر ساری زندگی بحرانوں کو حل کرنے میں ہی گزر جائے گی اور ہم زندگی کے بازار سے اپنے وقت اور صلاحیتوں کی پوری قیمت وصول نہیں کرسکیں گے اور نہ ہی کامیابی کی بلندیوں تک پہنچ سکیں گے۔ لوگوں کی اکثریت کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے۔

جب ان کاموں کا دباؤ ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگتا ہے تو بیشتر لوگ راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے غیر اہم و غیرفوری امور مثلاً

☆اوٹ پٹانگ سرگرمیاں ☆فضول اور بے کار کاموں میں مشغولیت ☆خوش گپیاں وہنسی مذاق ☆بے مقصد باتیں و ملاقاتیں اورفون کالز وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں۔

اس طرح کچھ وقت اہم اور فوری نوعیت کے مسائل کوحل کرنے میں اور بقیہ وقت سکون اور راحت کے عارضی سامانوں سے دل بہلانے میں صرف ہونے لگتا ہے۔ ان کاموں میں ایک نشہ ہوتا ہے جو وقتی طور پر حقائق کو نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے اور انسان کو عارضی طور پر تسکین مل جاتی ہے لیکن اس طرح مسائل تو حل نہیں ہونے ہوتے بلکہ اُن کا انبار بڑھتا چلا جاتا ہے اور زندگی ناقابلِ برداشت بوجھ دکھائی دینے لگتی ہے۔ اس کا نتیجہ

☆ذہنی تناؤ ☆ جسمانی تھکاوٹ ☆ہر وقت ہنگامی صورت حال ☆صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ نہ کرسکنے کی صورت

☆ shafaqatalisheikh@yahoo.com

میں سامنے آتا ہے۔

غیر اہم و فوری نوعیت کے امور کی انجام دہی

فوری نوعیت کے مگر غیر اہم کچھ کام مثلاً

☆ بے وقت مداخلت ☆ غیر اہم فون کالز ☆ چھوٹے چھوٹے مسائل میں مشغولیت ☆ ہر دلعزیز کام وغیرہ دکھائی ایسے ہی دیتے ہیں جیسے یہ بہت اہم ہوں۔

اسی بنا پر انسان مطمئن ہوتا ہے کہ میں اہم کاموں میں وقت کو صرف کر رہا ہوں مگر حقیقتاً وہ وقت کو صرف نہیں بلکہ ضائع کر رہا ہوتا ہے اور وقت کی صورت میں درحقیقت اپنی زندگی کو ہی تباہ کررہا ہوتا ہے۔ یہ کام بھی فوری عمل کا تقاضا تو کرتے ہیں لیکن اُن میں اہمیت والا پہلومفقود ہوتا ہے۔اس حصے میں وہ تمام کام آتے ہیں جن کو ہم محض دوسروں کی دل جوئی اور اُن کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں یا بالفاظِ دیگر محض دوسروں کی نظر میں مقبول (Popular) ہونے کے لیے بجا لاتے ہیں۔

اس امور میں زیادہ تر فون کالز، میٹنگز، تقریبات، دوست احباب کے ساتھ ملاقاتیں اور اس طرح کے دیگر مشاغل شامل ہیں جن کا مقصد اکثر وبیشتر دوسرے لوگوں کی توجہ حاصل کرنا، ان کی نگاہوں میں معزز ومحترم بننا اور اپنی شخصیت کو ماحول اور معاشرے کے لیے قابلِ قبول بنانا جیسی خواہشات ہوتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات فون کالز، ملاقاتیں، اور میٹنگز واقعی فائدہ مند اور دور رس اثرات کی حامل ہوتی ہیں مگر یہاں جن فون کالز اور ملاقاتوں وغیرہ کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ ایسی ہیں جن کے اندر مقصدیت اور اہمیت کا پہلونہ ہو اور اُن کا مقصد محض وقت گزاری اور دوسروں کی نظروں میں نمایاں بننا ہو۔

ان امور کی انجام دہی کے دوران ہم جو زندگی گزارتے ہیں وہ دراصل ہماری اپنی نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کے لیے ہوتی ہے کیونکہ اُس میں دوسرے لوگ ہی شامل ہوتے ہیں اور اُن کو ہی خوش کرنا مقصود ہوتا ہے ان کاموں پر زیادہ توجہ مرکوز کردی جائے تو یہ کام بڑھنا شروع ہوجاتے ہیں اور دیگر کاموں کے لئے وقت سکڑتا چلا جاتا ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر

☆مقاصد اور منصوبہ بندی کا فقدان ☆احساسِ کمتری و احساسِ مظلومی ☆نظم وضبط کا فقدان ☆مضبوط اور پائیدار تعلقات کا فقدان جنم لیتا ہے۔

غیر اہم وغیر فوری نوعیت کے امور کی انجام دہی

اوٹ پٹانگ سرگرمیاں، بے کار کاموں میں مشغولیت، خوش گپیاں، بے مقصد باتیں و ملاقاتیں اورفون کالز وغیرہ کو تو حقیقتاً کام کہنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ وہ نہ تواہم ہوتے ہیں اور نہ ہی فوری نوعیت کے حامل ہوتے ہیں کہ جن کو کرنے کے حوالے سے ہمارے اوپر کوئی دباؤ ہو۔ ان تمام کاموں کا تعلق وقت کے ضیاع کے ساتھ ہے کیونکہ اُن میں مشغول ہونے سے نہ تو ہماری شخصیت میں کوئی بہتری آتی ہے اور نہ ہی کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے۔مثلاً ہم گھنٹوں بیٹھ کر تاش کھیلتے رہیں، ٹی وی پر اوٹ پٹانگ قسم کے پروگرام دیکھتے رہیں یا محض ذہنی عیاشی کے لیے کوئی ناول پڑھتے رہیں تو اُس کا حقیقی فائدہ تو کوئی نہ ہوگا البتہ سونے اور چاندی سے کہیں زیادہ قیمتی وقت بڑی تیزی سے ضائع ہوتا چلا جائے گا جس کے نتیجے میں ہم اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے نشو ونما دینے اور کامیابی و کامرانی کے بیشمار مواقع سے استفادہ کرنے سے محروم ہوتے چلے جائیں گے۔ نتیجتاً زندگی محرومیوں، مایوسیوں اور ناکامیوں کا مرقع بنتی چلی جائے گی۔

بے مقصد سرگرمیوں میں مشغولیت کیوں؟

اب سوال یہ ہے کہ ہم ان فضول، بے مقصد اور اوٹ پٹانگ سرگرمیوں میں مشغول ہوکر اپنے آپ کو ضائع کیوں کرتے ہیں؟ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں:

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ نفس کو سستی، کاہلی، غفلت اور لاپرواہی کی عادت ہے۔ انسانی نفس راحت و آسائش کا دلدادہ اور تن آسانی کو پسند کرتا ہے، محنت و مشقت والے کاموں کو ناپسند کرتا ہے اسی لیے ذمہ داریوں کو قبول کرنے سے بھی گریز کرتا ہے کہ اُس میں اس کی آزادیاں اور آوارگیاں ختم ہوتی ہیں۔ یہ کام چونکہ نفس کی اس خواہش کی تسکین بڑے عمدہ طریقے سے کرتے ہیں۔ اس لیے اسے یہاں زیادہ سکون میسر آتا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب فوری عمل کا تقاضا کرنے والے کاموں کا دباؤ ہمارے اوپر زیادہ ہوجائے تو لامحالہ ہم راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے اپنی سلامتی اور سکون کے لیے ان سرگرمیوں کو گوشہء عافیت سمجھتے ہوئے اُس میں پناہ لے لیتے ہیں۔

سطحی نظر سے دیکھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مشاغل ہمیں جسمانی اور ذہنی سکون فراہم کر رہے ہیں لیکن بنظرِ غائر جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کاموں میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ یہ ہمیں حقیقی راحت وتسکین سے ہم کنار کرسکیں۔ اگر انسان اپنا زیادہ وقت ان امور میں گزارے تو زندگی کے دوسرے اہم اور ضروری کاموں کے لیے وقت بہت کم بچے گا اور انسان اپنے آپ کو تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے لیے بھی عضوِ معطل بن کر رہ جائے گا۔ جوں جوں ہمارے معمولات میں یہ مشاغل بڑھتے جائیں گے دیگر اہم اور فوری نوعیت کے کاموں کی طرف متوجہ ہونے کے لئے ہمارے پاس وقت نہ بچے گا۔ نتیجتاً

☆غیر ذمہ دارانہ زندگی ☆محرومی و ناکامی ☆عزت نفس کا فقدان ☆تعلقات میں خرابی ☆حقیقی سکون و راحت سے محرومی ہمیں گھیر لے گی۔

اہم و غیر فوری نوعیت کے امور۔ معراج زندگی

زندگی کے اس سفر میں کچھ کام ایسے بھی ہیں جو حقیقت میں زندگی کو عروج سے ہمکنار کرتے ہیں اور انسان کے دامن کو سچی خوشیوں، حقیقی مسرتوں اور دائمی راحتوں سے بھر دیتے ہیں۔ ان کاموں میں

☆پرہیزی اور احتیاطی تدابیر ☆تعلقات کی استواری ☆نئے مواقع کی دریافت ☆آئندہ کے حوالے سے منصوبہ بندی ☆صلاحیتوں کی تجدید شامل ہیں۔

یہ کام اہم تو ہیں کہ اُن کے کرنے سے زندگی پر بہت سے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور زندگی کا سفر بہت آسان ہوتا چلا جاتا ہے لیکن یہ فوری نوعیت کے حامل نہیں ہوتے یعنی وہ ہم سے عمل کا فوری تقاضا نہیں کرتے۔ لہٰذا ہم انہیں لمبے عرصے تک ملتوی کر سکتے ہیں۔

حقیقی امور کی انجام دہی سے گریز کیوں؟

سوال یہ ہے کہ جب ہماری کامیابیوں کا دارومدار انہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ بجا لانے پر ہے تو پھر ہم ان سے گریز کیوں کرتے ہیں؟ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں:

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ کام فوری عمل کا تقاضا نہیں کرتے اور ان کے کرنے کے حوالے سے ہمارے اوپر کوئی دباؤ بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے انہیں ترک کر دینا یا ملتوی کر دینا ہمیں آسان دکھائی دیتا ہے کیونکہ اُن کے فوری نتائج سامنے نہیں آ رہے ہوتے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ سب کام اہم ہونے کے باوجود بہت زیادہ دلچسپ نہیں ہوتے لہٰذا نفس کو ان کے کرنے میں کوئی خاص رغبت محسوس نہیں ہوتی بلکہ اُلٹا ایک ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ اس لیے طبیعت ان کاموں کی طرف راغب نہیں ہو پاتی اور انسان ان کاموں کو آنے والے وقت پر ٹالتا رہتا ہے لیکن جن لوگوں نے کامیابی کی بلند منزل پر پہنچنا ہوتا ہے وہ ان کاموں کو ترک یا ملتوی کرنا گوارا ہی نہیں کرتے۔

کامیاب و ناکام لوگوں میں فرق

کامیاب اور ناکام لوگوں میں فرق ایک جملے میں یہ ہے کہ ناکام لوگ اُن کاموں کی طرف لپکتے ہیں جو اُن کو پسند ہوں اور طبیعت کو مرغوب ہوں چاہے وہ بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہی کیوں نہ ہوں مگر کامیاب لوگ کسی کام کو کرنے نہ کرنے کا معیار اپنی ذاتی پسند و ناپسند اور دلچسپی یا غیر دلچسپی کو نہیں بناتے بلکہ وہ اُس کام کی اہمیت کو دیکھتے ہیں۔ وہ ہر اہم کام کو کرتے ہیں خواہ وہ اُنہیں کتنا ہی ناپسند ہو اور ہر غیر اہم کام سے گریز کرتے ہیں چاہے وہ کتنا ہی انہیں پسند ہوں گویا ناکام لوگ اپنی طبیعت اور مزاج کے غلام ہوتے ہیں اور اپنے جذبات و احساسات کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہتے ہیں جبکہ کامیاب لوگ اپنے جذبات و احساسات، عادات و اطوار اور اپنے اعمال و افعال کے آقا ہوتے ہیں اور انہیں اپنی اقدار، بلند مقاصد اور طے شدہ نصب العین کے تابع رکھتے ہیں۔

اہم و غیر فوری امور پر توجہ کے نتائج

پرہیزی اور احتیاطی تدابیر، تعلقات کی استواری، نئے مواقع کی دریافت، آئندہ کے حوالے سے منصوبہ بندی، صلاحیتوں کی تجدید ایسے امور ہیں جو معیاری اور دور رس نتائج کے حامل ہیں۔ یہ وہ سرگرمیاں ہیں جو ہمارے اندر قوتِ استعداد بڑھاتی ہیں اور ہماری کارکردگی میں اضافہ کرتی ہیں اور دنیا کی سٹیج پر ہمیں ایک بھرپور، فعال اور متحرک کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہیں۔ مثلاً اپنی زندگی کی منصوبہ بندی کرنا' اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو پروان چڑھانے اور اُنہیں بھرپور انداز میں استعمال کرنے کے حوالے سے مناسب تدابیر اپنانا، مستقبل میں پیش آنے والے حالات کی قبل از وقت تیاری کرنا۔ یہ سارے کام وہ ہیں جو ہماری زندگی میں مضبوطی اور استحکام لاتے ہیں اور ہماری اثریت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے وقت، صلاحیتوں اور مواقع سے بھرپور استفادہ کرنے کے قابل بناتے ہیں اور دنیا کی سٹیج پر اپنا مخصوص اور منفرد کردار بطریق احسن ادا کرنے کے لیے ہمیں تیار کرتے ہیں۔

جوں جوں انسان ان کاموں پر توجہ مرکوز کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں فوری اور اہمیت کے حامل کام بھی کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ جب ہر کام اپنے وقت پر مکمل ہوتا چلا جائے گا تو پھر ہنگامی کام خود بخود کم سے کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ☆زندگی میں توازن، اعتدال، ہم آہنگی اور ٹھہراؤ ☆نظم و ضبط (Discipline) ☆حالات اور معاملات کا کافی حد تک کنٹرول میں ہونا ☆ ذہنی و قلبی سکون و اطمینان ☆شخصیت میں مسلسل ترقی و ارتقاء اور اثر انگیزی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

یوں تو ہم سب لوگ اپنا وقت اہم و فوری، اہم و غیر فوری، غیر اہم و فوری اور غیر اہم و غیر فوری کاموں میں ہی صرف کرتے ہیں لیکن کامیابی کا دارمدار اس بات پر ہے کون اپنا کتنا وقت ان چاروں میں سے کہاں صرف کرتا ہے۔ کامیاب لوگوں کی خوبی یہ ہے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اہم و غیر فوری کاموں میں صرف کرتے ہیں اور اہم و فوری نوعیت کے کاموں میں ضرورت اور مجبوری کی حد تک ہی رہتے ہیں اور غیر اہم و فوری اور غیر اہم و غیر فوری کاموں سے حتی الوسع گریز ہی کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں کا تعلق غیر ذمہ دارانہ زندگی کے ساتھ ہے۔ جتنا زیادہ کوئی شخص اپنا وقت اہم و غیر فوری کاموں میں صرف کرنا شروع کر دیتا ہے اُسی تناسب سے کامیابی کا معیار بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جو شخص پہلے سے ایک غیر منظّم اور بے ترتیب زندگی گزار رہا ہے اور اب وہ اپنی زندگی کو منظّم کرنا چاہتا ہے تو اُسے اہم و غیر فوری کاموں میں زیادہ وقت صرف کرنے کے لیے ابتداء میں

وقت غیر اہم وفوری اور غیر اہم و غیر فوری کاموں سے لینا پڑے گا کیونکہ بحرانی اور ہنگامی مسائل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا شروع میں انہی امور پر صرف کئے جانے والے کاموں کی قربانی دینی ہوگی۔ تاہم جوں جوں انسان اہم اور غیر فوری نوعیت کے کاموں پر محنت کر کے زندگی کے معیار کو بہتر بناتا چلا جائے گا تو پھر اہم اور فوری نوعیت کے ہنگامی مسائل اور بحرانی کام خود بخود کم سے کم ہوتے چلے جائیں گے اور یہ ہم سے صرف اتنے ہی وقت کا متقاضی ہوں گے جو کہ حقیقت میں نارمل اور صحت مند زندگی میں ہونا چاہئے۔

’’ہاں‘‘ اور ’’نہ‘‘ کہنا سیکھئے!

اہم و غیر فوری نوعیت کے کاموں کو کرنے کے لیے ہمیں ذمہ دار (Proactive) بننا پڑے گا۔ اس لیے کہ اہم وفوری اور غیر اہم و غیر فوری نوعیت کے کام ہم پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں دباؤ کی کیفیت میں لے آتے ہیں۔ لہٰذا اہم و غیر فوری ترجیحات کو ’’ہاں‘‘ کہنے لیے ہمیں بعض دوسرے کاموں کو ’’نہ‘‘ کہنا سیکھنا پڑے گا۔ اگرچہ اُن میں سے کچھ چیزیں ہمیں فوری نوعیت کی دکھائی دیں گی۔ ہمیں پہلے تو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہماری اہم ترجیحات کیا ہیں اور پھر اپنے اندر یہ حوصلہ پیدا کرنا ہوگا کہ ہم اُن کے مقابلے میں دوسری غیر اہم یا کم اہم چیزوں کو ’’نہ‘‘ کہہ سکیں مگر اس ’’نہ‘‘ کہنے کے لیے پہلے ہمارے اندر ایک بھڑکتی ہوئی ’’ہاں‘‘ کا ہونا ضروری ہے اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب ہم پہلے کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات میں سے پہلی عادت ’’ذمہ داری قبول کرنا‘‘ کے ذریعے ’’خود اعتمادی اور احساسِ ذمہ داری‘‘ پیدا کر چکے ہوں اور پھر دوسری عادت ’’انجام پر نظر رکھنا‘‘ کے ذریعے اپنے نصب العین اور اپنی گہری اقدار کو قلب و ذہن میں اتار چکے ہوں۔

یوں تو ہم ہر وقت کسی کام کو ’’ہاں‘‘ اور کسی کو ’’نہ‘‘ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ روزمرہ زندگی میں ہر وقت ہمارے سامنے مختلف کاموں کے آپشنز کھلے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ہم نے کسی کو لینا ہوتا ہے اور کسی کو چھوڑنا ہوتا ہے لیکن عام طور پر ہم سوچ سمجھ کر فیصلہ نہیں کرتے اور یونہی بلا سوچے سمجھے اہم اور ضروری کاموں کو چھوڑ کر کم اہم یا غیر اہم کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً اپنے وقت کو بہترین انداز میں استعمال کرنے کی بجائے کبھی بہتر پر اکتفا کر لیتے ہیں اور کبھی وقت کو ضائع کرتے چلے جاتے ہیں لیکن اگر ہمارے اندر ہمارا نصب العین راسخ ہو چکا ہے اور ہماری زندگی درست اصولوں پر قائم ہو چکی ہے تو پھر ہمارے اندر یہ بصیرت پیدا ہوجاتی ہے کہ ہم ہر موقع پر مؤثر انداز میں صحیح فیصلہ کرسکیں اور اپنے وقت کو بہترین انداز میں استعمال کر سکیں۔ نیز ہمارے اندر اتنی جرات بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ ہم اپنے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو حوصلہ مندانہ طور پر عبور کر سکیں اور ثابت قدمی اور استقامت سے اپنے متعینہ راستے پر گامزن رہ سکیں۔

بزدلی کے بجائے جرأت مندی کا اظہار

تیسری عادت ’’ترجیحات کا تعین‘‘ ہم سے صرف وقت کو بہترین انداز میں استعمال کرنے کا ہی تقاضا نہیں کرتی بلکہ یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ دوسری عادت ’’انجام پر نظر رکھنا‘‘ کے ذریعے جن اقدار کو ہم نے اپنی زندگی کے لیے متعین کیا ہے اُن پر کاربند رہیں۔ بالفاظ دیگر یہ عادت ہمیں اہم کاموں اور اہم اصولوں پر کاربند رہنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ چیز قدرے مشکل ہے اور اس میں طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ دوسری طرف ہماری طبیعت کی سہل پسندی آسان کاموں کی طرف لپکتی ہے اور محنت طلب اور پُرمشقت کاموں سے بالعموم گریز کرنا چاہتی ہے۔ معمول (Routine) کے حالات میں تو پھر بھی انسان

کسی نہ کسی درجے میں اہم چیزوں کو اپنی عملی زندگی میں اولیت دے دیتا ہے لیکن خوف اور دباؤ کی حالت میں ان چیزوں پر کاربند رہنا زیادہ مشکل ہوجاتا ہے اور عافیت ان چیزوں کو نظر انداز کر دینے میں ہی دکھائی دیتی ہے۔ اس صورتِ حال کو مندرجہ ذیل دائرے کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔

مندرجہ بالا شکل میں اندرونی دائرہ ایسی چیزوں کی نمائندگی کرتا ہے جن سے ہم مانوس ہیں اس میں ایسی جگہیں ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں۔۔۔ ایسے دوست ہیں جن کے ساتھ ہم آسانی محسوس کرتے ہیں۔۔۔ اور ایسی سرگرمیاں ہیں جنہیں انجام دیتے ہوئے ہمیں لطف محسوس ہوتا ہے۔ اس حلقے میں ہمیں کسی قسم کا خطرہ درپیش نہیں ہوتا۔ یہ بہت آسان ہے اور یہاں ہم اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے ہیں۔

اس کے برعکس بیرونی دائرہ اُن سرگرمیوں سے عبارت ہے جن میں ہمارے حوصلے، جرات مندی اور جوانمردی کا امتحان ہوتا ہے۔ مثلاً نئے دوست بنانا، بڑے ہجوم کے سامنے تقریر کرنا، ہر قسم کے حالات میں اپنی اقدار پر قائم رہنا اور بیرونی خوف اور دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے متعینہ راستے پر گامزن رہنا وغیرہ ایسے کام ہیں جو خطرات اور چیلنجز سے بھرپور ہیں۔ یہاں ہر وہ شے نظر آتی ہے جس کی بدولت وقتی طور پر ہم بے سکونی، مشقت اور کلفت محسوس کرتے ہیں۔اس حلقے میں کئی رکاوٹیں، مزاحمتیں اور الجھنیں ہیں جن پر قابو پانے کے لیے مضبوط قوتِ ارادی درکار ہوتی ہے۔ نیز یہاں نتائج کے حوالے سے بے یقینی اور ناکامی کا خوف بھی ہوتا ہے تاہم مواقع کو حاصل کرنے اور کامیابی کی بلند سے بلند منزلیں حاصل کرنے کی جگہ بھی یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہم اپنی صلاحیتوں کو بھرپور انداز میں استعمال کر سکتے ہیں۔

کامیاب اور ناکام لوگوں میں بڑا فرق یہی ہے کہ ناکام لوگ اپنی طبیعت کی سہل پسندی کے ہاتھوں مجبور ہو کر وقتی لذتوں، راحتوں اور آسانیوں کی تلاش میں زیادہ تر وقت اندرونی دائرے میں صرف کرتے ہیں جب کہ کامیاب لوگ اپنے وقتی جذبات و احساسات پر قابو کر کے اندرونی دائرے کی آسانیوں سے باہر نکل کر زیادہ سے زیادہ وقت بیرونی دائرے کے مشکل اور اہم کاموں کو کرنے میں صرف کرتے ہیں اور نتیجتاً ہر آنے والے دن میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور اُن کی اثر انگیزی کا دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

ضروری اطلاع: نظامت امور خارجہ تحریک منہاج القرآن کو بیرون ممالک سنٹرز اور تنظیمات کے لئے منہاج یونیورسٹی کے فارغ التحصیل سکالرز کی ضرورت ہے۔ جو منہاجینز/ سکالرز اپنی خدمات بیرون ملک سنٹرز/ تنظیمات کے لئے دینا چاہتے ہیں وہ اپنے مکمل کوائف 15 جون 2012ء تک نظامت امور خارجہ میں جمع کروادیں۔

سکالرز، سلیکشن بورڈ کے زیر اہتمام مورخہ 4 اور 5 جولائی کو منعقد ہونے والے ٹیسٹ اور انٹرویو میں حاضر ہوں۔

منجانب: نظامت امور خارجہ تحریک منہاج القرآن 365۔ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور 042-111-140-140

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ تحریک منہاج القرآن

شیخ زاہد فیاض (سینئر نائب ناظم اعلیٰ)

مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ مورخہ 20 مئی 2012ء میں کیے گئے فیصلہ جات کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔ ان فیصلہ جات پر عملدرآمد کے لیے ضلعی و تحصیلی امیر، صدر و ناظم تحریک منہاج القرآن، صدر یوتھ لیگ، صدر MSM، صدر PAT، ناظم علماء کونسل اور ناظمہ ویمن لیگ یونین کونسل/ یونٹ لیول تک لائحہ عمل ترتیب دیں اور ان پروگرامز کو کامیاب بنانے کے لئے آج ہی سے کاوشیں شروع کردیں۔

مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلہ جات

1۔ اعتکاف 2012ء

۱۔ اعتکاف 2012ء میں رفقاء و وابستگان، کارکنان وعوام الناس کی بھاری اکثریت کی شرکت کو یقینی بنایا جائے گا۔ گزشتہ سال قائد محترم سے ہم نے اپنے ساتھ 3 یا 5 افراد لانے کا وعدہ کیا تھا۔ آج اس وعدہ کو وفا میں بدلنے کا موقع ہے۔ تحریک منہاج القرآن، پاکستان عوامی تحریک، یوتھ لیگ، MSM، ویمن لیگ کے مرکزی، صوبائی، ضلعی، تحصیلی و یونین کونسل سطح کے عہدیداران کا اعتکاف بیٹھنا لازمی ہوگا۔ اگر ناگزیر وجوہات کی بناء پر کسی عہدیدار کی شرکت ممکن نہ ہوتو اس کے لیے بالائی سطح کی تنظیم کو تحریری اطلاع اعتکاف سے قبل کرنا لازمی ہوگا۔

۲۔ اعتکاف گاہ میں روحانی ماحول کو مزید بہتر بنایا جائے گا۔

۳۔ اس ٹارگٹ کو پورا کرنے کے لیے فیلڈ میں بھرپور کمپین چلائی جائے گی اور مرکزی قائدین کے فیلڈ میں دورہ جات کیے جائیں گے۔ نیز ضلعی / تحصیلی عہدیداران یونین کونسلز /یونٹ میں دورہ جات کریں گے۔

۴۔ قائد محترم کی گفتگو کے Clips جن میں اعتکاف میں شرکت کی تلقین کی گئی، اس کی CD فیلڈ میں بھیجی جائے گی۔

۵۔ صاحبزادہ حسن محی الدین قادری و صاحبزادہ حسین محی الدین قادری بھی اپنی تعلیم مکمل کر کے پاکستان تشریف لارہے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اعتکاف میں شرکت فرمائیں گے۔ اس بات کی تنظیمات میں بھرپور تشہیر کی جائے تاکہ کارکنان و عہدیداران زیادہ ذوق وشوق کے ساتھ اعتکاف میں شریک ہوں۔

۶۔ شرکاء کی سہولت کے پیش نظر اعتکاف کی رجسٹریشن فیس پچھلے سال کے برابر یعنی 1200 روپے فی کس ہی رکھی گئی ہے۔ جبکہ اضافی اخراجات کے لیے مرکز سپانسر شپ حاصل کرے گا۔

۷۔ ایڈوانس رجسٹریشن یکم جولائی سے شروع کی جائے گی جو کہ 31 جولائی تک جاری رہے گی۔
۸۔ اعتکاف میں رجسٹریشن پہلے آیئے اور پہلے پایئے کی بنیاد پر ہوگی۔
۹۔ اعتکاف گاہ کی الاٹمنٹ مکمل ہونے پر رجسٹریشن بند کردی جائے گی۔
۱۰۔ تحریک کی جملہ Activities حلقات درود، عرفان القرآن کورسز، ماہانہ دروس قرآن ، 5روزہ دروس قرآن ودیگر محافل میں اعتکاف کی بھرپور Motivation دی جائے گی۔

2۔قائدمحترم کی پاکستان آمد

قائدمحترم کی پاکستان آمد کے موقع پر ایک تاریخی استقبال کیاجائے گا۔ اس سلسلہ میں مورخہ 4نومبر 2012ء بروز اتوار مینار پاکستان کے گراؤنڈ میں عظیم الشان جلسہ عام رکھاجائے گااور ایک ایسا نظارہ دکھایاجائے گا جوکہ پاکستانی قوم نے اس سے قبل کبھی نہ دیکھاہو، جس کے حسب ذیل مقاصد طے کیے گئے۔

(نوٹ: جلسہ کانام اورعنوان ابھی فائنل نہیں کیا گیا لہٰذا اس حوالے سے کسی اور نام کو استعمال نہ کیا جائے)

۱۔ قائدمحترم کی عالمی سطح پر خدمات کی پروجیکشن
۲۔ قائدمحترم کی پاکستان کے مقبول اورمحبوب ترین رہنما کے طور پر پروجیکشن
۳۔ تحریک کی قوت کا بھرپوراظہار
۴۔ کارکنان تحریک کی بھرپور Motivation
۵۔ تحریک کی دعوت کا مؤثر فروغ
۶۔ تنظیمی نیٹ ورک کی توسیع واستحکام
۷۔ تحریک بیداری شعور کے لیے نیا تحرک

مینار پاکستان کے جلسہ کے لیے تحریک کے نیٹ ورک کے ذریعے کم ازکم 20لاکھ افراد کا ٹارگٹ رکھا گیاہے(براہ راست عامۃ الناس کی شرکت اس کے علاوہ ہوگی)جس کی فورم وائز تقسیم درج ذیل ہوگی۔

۱۔تحریک منہاج القرآن لاہور 5 لاکھ افراد (اس میں تمام فورمز شامل ہوں گے)
۲۔تحریک منہاج القرآن پنجاب 6 لاکھ افراد
۳۔نظامت تنظیمات 1لاکھ افراد (کراچی، اندرون سندھ،KPK، بلوچستان، آزادکشمیر وگلگت وغیرہ)
۴۔MSM ۔۔ 1لاکھ افراد (علاوہ لاہور) ۵۔منہاج القرآن یوتھ لیگ۔۔ ڈیڑھ لاکھ افراد(علاوہ لاہور)
۶۔پاکستان عوامی تحریک۔۔ 1لاکھ افراد (علاوہ لاہور) ۷۔منہاج القرآن ویمن لیگ۔۔4 لاکھ افراد (علاوہ لاہور)
۸۔ MES + مرکزی تعلیمی ادارہ جات 50 ہزار افراد

ان اہداف کے حصول کے لیے جملہ فورمز/نظامتیں اپنا اپنا لائحہ عمل تشکیل دیں گے جس میں یونین کونسل سطح تک ٹارگٹ کوتقسیم کیاجائے گا۔ نیز یوسی وائز بسوں/ کوسٹرز/ ہائی ایس کی تعداد کوبھی تقسیم کیاجائے گا۔کراچی ، اندرون سندھ ، کوئٹہ دور دراز علاقہ جات سے خصوصی ٹرینیں چلائی جائیں گی۔

علاوہ ازیں مرکزی ٹیم وتنظیمات کے ذریعے 10,000 مہمانان گرامی کی شرکت کو یقینی بنایاجائے گاجن میں

علماء و مشائخ ،وکلاء، تاجر، بیوروکریٹس، اقلیتی راہنما، ریٹائرڈ جج، صحافی ،سینئر کالم نگارو اینکر پرسن ،فوج و پولیس کے نمائندگان نیز ہر قسم کی سماجی، فلاحی، تعلیمی NGO'sاور تنظیموں کے نمائندگان کو بھی بھرپور دعوت دی جائے گی۔

اس عظیم الشان استقبال کے علاوہ قائد محترم کی پاکستان آمد کے موقع پر ورکرز کنونشن / محفل سماع و تنظیمات و فورمز کی ملاقاتیں بھی رکھی جائیں گی۔

استقبال کو فقید المثال بنانے کے لیے مرکز کی سطح پر موجود جملہ مرکزی قائدین، ناظمین، نائب ناظمین و مختلف کمیٹیز کے سربراہان وسیکرٹری اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔ اس سلسلہ میں مرکز پر الگ سے کام جاری ہے جبکہ تنظیمات وکارکنان کے لیے 4 فیزز پر مشتمل درج ذیل ورکنگ پلان تیار کیا گیا ہے۔

فیز i۔ 20 مئی تا 20 جولائی (2 ماہ)

فیز ii۔ 21 جولائی تا 22 اگست (رمضان المبارک) (ایک ماہ)

فیز iii۔ عیدالفطر سے عیدالاضحیٰ 23 اگست سے 22 اکتوبر (2 ماہ)

فیز iv۔ 22 اکتوبر تا 4 نومبر (13 دن)

فیز i: 20 مئی تا 20 جولائی (2 ماہ

1۔ دیگر صوبہ جات جن میں (کراچی، اندرون سندھ، خیبر پختونخواہ، بلوچستان اور آزاد کشمیر شامل ہیں) جہاں یوسی کی تنظیمات نہیں وہاں یوسی تنظیمات مکمل کر لی جائیں۔ پنجاب و لاہور میں جہاں یونین کونسل سطح کی تنظیمات نہیں وہاں مکمل کر لی جائیں۔ جبکہ جہاں یوسی کی تنظیمات بن چکی ہیں وہاں 5 یونٹ فی یوسی قائم کیے جائیں۔

2۔ تحریک بیداری شعور کے پیغام کو بذریعہ CD، پروجیکٹر، لٹریچر زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

3۔ قائد محترم کے احکامات کی روشنی میں لاکھوں کارکنان کی تیاری کا عمل شروع کر دیا جائے۔

4۔ پاکستان بھر کے کارکنان کو قائد محترم کے استقبال کے لیے involve کرنے کے لیے "ایک کارکن ایک بس" کا نعرہ دیا جائے گا۔ تنظیمات اس ٹارگٹ کو فالواپ کریں گی۔ اس طرح تنظیمات پر آنے والا بوجھ کم ہو جائے گا۔ ہر کارکن بس کا کرایہ اور افرادی قوت کا خود ذمہ دار ہوگا۔ یہ فارمولہ لاہور پر لاگو نہیں ہوگا۔ لاہور کے کارکنان کو الگ سے ٹارگٹ دیا جائے گا۔ کارکنان اس پر ابھی سے کام شروع کر دیں۔

5۔ تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز کے 5 ماہ کے رفاقت، وابستگی و کارکنان کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کیا جائے گا۔

6۔ ضلعی سطح کے ورکرز کنونشن منعقد کیے جائیں گے جس میں ابتدائی بریفنگ دی جائے گی۔

فیز ii۔ 21 جولائی تا 22 اگست (رمضان المبارک) (ایک ماہ)

۱۔ رمضان المبارک میں قائد محترم کے استقبال کی تیاریاں جاری رہیں گی۔

۲۔ اس فیز میں تحصیلی سطح پر ہونے والی ہر Activity میں قائد محترم کے استقبال کا اعلان و بریفنگ دی جائے گی۔

۳۔ یونین کونسل و یونٹ کی سطح پر چھوٹی سطح کی افطار پارٹیاں رکھی جائیں گی جس میں یہ پیغام زیادہ سے زیادہ تعداد میں عوام تک پہنچایا جائے گا۔

۴۔ 5روزہ دروس قرآن میں بھی کارکنان وعوام الناس کو بھرپور بریفنگ دی جائے گی۔

۵۔ اعتکاف کارواں کے دوران بھی اعتکاف کے ساتھ ساتھ قائد محترم کی آمد کو بھی فوکس کیا جائے گا۔

۶۔ پرنٹنگ میٹریل کے ڈیزائن اعتکاف میں تنظیمات کو فراہم کردیئے جائیں گے تاکہ اعتکاف سے واپسی پر تنظیمات اپنی اپنی تحصیل میں بینرز، پوسٹرز، ہینڈ بلز کی تیاری کا عمل شروع کرسکیں۔

۷۔ اعتکاف میں تحصیل وائز میٹنگز کرکے ہر تحصیل کی تیاریوں کا جائزہ لیا جائے گا اور انہیں مزید ہدایات دی جائیں۔

نوٹ: فی الوقت فیز i وii کی تفصیلات فراہم کی جارہی ہیں جبکہ فیز iii و iv کی تفصیلات اعتکاف کے موقع پر تنظیمات کو دے دی جائیں گی۔

3۔زکوٰۃ مہم

باہمی مشاورت کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ اس سال تنظیمات مقامی سطح پر جمع ہونے والی زکوٰۃ کی ساری رقم مقامی سطح پر خرچ کریں گی تاہم اس کے لیے درج ذیل فارمولے پر عملدرآمد ضروری ہوگا۔

۱۔ فلاحی وتعلیمی منصوبہ جات 50% ۲۔ مقامی بیت المال 25% ۳۔تنظیمی استحکام فنڈ 25%

یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ تمام تنظیمات مقامی سطح پر زکوٰۃ مہم کی مد میں حاصل ہونے والی آمدن وخرچ کا مکمل حساب رکھیں گی اور اس حوالے سے مفصل رپورٹس مرکز کو فراہم کریں گی۔

4۔متفرق امور

۱۔ تحریک بیداری شعور کی ویب سائٹ www.nizambadlo.com لانچ کردی گئی۔ آپ سے التماس ہے کہ اس کی اپنی تحصیل میں موجود عامۃ الناس تک تشہیر کریں۔

خدمت دین فنڈ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے حالیہ ورکرز کنونشن (منعقدہ 8 اپریل 2012ء) میں تمام رفقاء وکارکنان تحریک منہاج القرآن کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنی ماہانہ آمدنی کا ایک فیصد تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام جاری دعوتی اور فلاحی کاموں کے لئے عطیہ کریں۔

اس مقصد کے لئے **''خدمت دین فنڈ''** کا آغاز کیا گیا ہے۔ تمام رفقاء وکارکنان درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں اپنی ماہانہ آمدنی کا ایک فیصد جمع کرواکے اس دنیا میں اور آخرت میں اپنے لئے اللہ رب العزت کی بے پناہ رحمتوں اور نوازشوں کے حقدار ٹھہریں۔

اکاؤنٹ نمبر: 01977900163003 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور

شیخ الاسلام کی جانب سے جملہ رفقاء و کارکنانِ تحریک کو مبارکباد

جملہ رُفقاء کرام! تحریکِ منہاجُ القرآن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج سے بتیس سال قبل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدّ ظلّھم العالی نے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی۔ مصطفوی مشن کی اِس عالم گیر تحریک پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے اتنے اِحسانات اور اِنعامات و فیوضات ہیں کہ حیطہ اِدراک سے بھی باہر ہیں۔ یہ تحریک گنبدِ خضریٰ کے فیضان کی اَمین ہے اور رواں صدی کی اِس مجددانہ تحریک کا مرکز تاجدارِ کائنات اَحمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا مہمان خانہ ہے۔ اِس تحریک کو ہمہ وقت حضور نبی اکرم ﷺ اور اَولیاء کرام وصلحاء عظام کی توجہات نصیب ہوتی ہیں، جو اِس کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی نوازشات آج بھی بحرِ بےکراں کی طرح تحریک اور اِس کے رفقاء پر موج زن ہیں۔ اِسی سلسلے میں آج میں حضور شیخ الاسلام مدّ ظلّھم العالی کی طرف سے عطاء ہونے والی تازہ ترین مبارک باد آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ مشن کے جملہ رفقاء بھی اِس سعادت میں نہ صرف شریک ہوں بلکہ اُنہیں اِیقان و اِعتماد کی دولت اور مزید پختگی بھی نصیب ہو۔ حضور شیخ الاسلام مدّ ظلّھم العالی نے فرمایا ہے:

”ایسے تمام رُفقاء جو تحریک کے ساتھ پختہ وابستگی رکھتے ہیں اور صدق و اِخلاص اور اِستقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کی رضا کے حصول کے لیے شب و روز مشن کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں؛ عبادات و معاملات اور اَخلاقیات میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہتے ہیں، اور میری طرف سے دیے گئے ’منہاج العمل‘ پر کاربند رہتے ہیں؛ فکری و نظریاتی، علمی و عملی بلکہ ہر سطح پر مشن کے فروغ کے لیے اِخلاص وللٰہیت کے ساتھ کوشاں رہتے ہیں اور اپنی محبت وعقیدت اور وفاداری و اِستقامت کو ہمیشہ برقرار رکھتے ہیں اور اِس پر قائم و دائم ہیں؛ ایسے تمام رُفقاء و وابستگان کو بہت بہت بہت مبارک باد پیش کرتا ہوں۔“

حضور شیخ الاسلام مدّ ظلّھم العالی نے اِس مبارک باد کی تفصیلات کو حکمتاً بیان نہیں فرمایا بلکہ آپ نے تمام رُفقاء کو تاکیدی ہدایت فرمائی ہے کہ کوئی اِس مبارک باد کو اَز خود معنی وتعبیر نہ پہنائے، نہ ہی اس کی جزئیات کی توضیح و تشریح کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی اِس مبارک باد کو زیرِ بحث لایا جائے۔

حضور شیخ الاسلام مدّ ظلّھم العالی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اِس عظیم نوازش وعطاء کے شکرانے کے طور پر ہر رفیق بارگاہِ اِلٰہ میں ایک ایک سو نوافل ادا کرے اور ان کا ثواب تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں ہدیتاً پیش کرے۔ کوشش کریں کہ یہ ۱۰۰ نوافل اپنی سہولت کے مطابق روزانہ کی بنیادوں پر مختلف اَیام میں تقسیم کرکے جتنی جلد ممکن ہو، ادا کرلیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور حضور شیخ الاسلام مدّ ظلّھم العالی کی زیرِ سرپرستی صدق وخلوص کے ساتھ مصطفوی مشن کی خدمت بجا لانے اور آپ کی ہدایات کے مطابق قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوکر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے؛ اور یہ سنگت و رفاقت ہمیشہ برقرار رہے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

ڈاکٹر رحیق اَحمد عباسی (ناظمِ اَعلیٰ)

محترم چوہدری محمد اسماعیل سندھو مرحوم کی تحریکی خدمات

''الوداع الوداع میرے بھائی محمد اسماعیل الوداع''۔۔۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے یہ وہ الفاظ تھے جو 19 مارچ بروز سوموار 2012ء کو دوپہر 3 بجے سرگودھا کی سرزمین پر المنہاج ٹاؤن کے ایک گراؤنڈ میں اپنے ایک جانثار اور مجاہد چوھدری محمد اسماعیل سندھو کی جدائی میں ہزاروں افراد نے سنے۔ جب شیخ الاسلام نے افسردہ لہجے میں کہا تو منہاج القرآن کے ہزاروں رفقاء اور کارکنان کی آہوں اور سسکیوں سے ماحول گونج اٹھا۔

محترم چوھدری محمد اسماعیل سندھو (مرحوم) کی تحریکی خدمات اور ان کا مجاہدانہ کردار تحریکی ساتھیوں کے لئے ہمیشہ ایک روشن مینار کی صورت میں تابندہ رہے گا۔ ان کی زندگی کے اوراق پلٹیں تو یہ حقیقت نمایاں نظر آتی ہے کہ انہیں شروع ہی سے کسی مخلص اور دیانتدار قیادت کی تلاش تھی۔ 1989ء میں بزرگ تحریکی رہنما حاجی محمد شریف (المنہاج جنرل سٹور) کے توسط سے تحریک سے آگہی ہوئی اور شیخ الاسلام کے سامنے رفاقت فارم فل کر کے خود ان کو پیش کیا۔ یہ اسی رفاقت کا نتیجہ تھا کہ تادم آخر اس رفاقت کو بڑے اچھے طریقے سے نبھایا۔ انہیں دن رات مشن کے کام کا جنون تھا۔

سرگودھا کے گردونواح میں تحریک کا تعارف کرانے والے وہ پہلے شخص تھے۔ آپ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ ساتھ علاقے کے بڑے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار، عدلیہ، انتظامیہ اور افسران کو تحریک کا تاحیات رفیق بنایا۔ ان کی خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر ان کو مرکز پر کام کرنے کی دعوت دی گئی، جسے آپ نے قبول کیا۔ آپ نے مرکز پر مختلف حیثیتوں سے خدمات سرانجام دیں حتی کہ آپ کو ناظم اعلیٰ بھی منتخب کیا گیا۔ نائب امیر پنجاب کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دی اور آخری سال ضلعی امیر سرگودھا منتخب ہوئے۔

مرکز پر گوشہ درود کے قیام سے لے کر اپنی زندگی کے آخری دن تک اپنی طاقت سے بڑھ کر اس حوالے سے ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا۔ سرگودھا میں سب سے پہلے حلقہ درود شریف قائم کیا اور گردونواح میں گوشہ درود کا تعارف وسیع پیمانے پر کرایا۔ مسجد، مدرسہ کی خدمت اور علاقے کی ہر سوشل سرگرمی میں بھرپور حصہ لیتے۔ میلاد پر اور اعتکاف پر بہت بڑی رقم خرچ کرتے تھے۔ مشن کے فروغ کے لئے کل وقتی کئی آدمی رکھے اور خرچہ خود برداشت کیا۔ منہاج ٹاؤن کے نام سے ہاؤسنگ سکیم قائم کی تاکہ تمام تحریکی ساتھی اکٹھے رہ کر مشن کو فروغ دے سکیں۔

ہمہ وقت مشن کے متعلق سوچنے اور کام کو آگے بڑھانے کے بارے فکر مند رہتے تھے حتی کہ آخری وقت میں جب ہسپتال میں تھے تو اس وقت بھی عیادت کے لئے آنے والوں سے شیخ الاسلام کے دورہ بھارت کے متعلق دریافت کرتے۔ ان کی زندگی مشن کے لئے وقف تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہوئے اُن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا میں مصطفوی مشن کے لئے اُن کی بے لوث خدمات بلاشبہ اُن کی اگلی منزلیں آسان کرنے اور حضور ﷺ کی شفاعت کا موجب بنیں گی۔

گلوبل مشن اوئیرنس اور تحریک منہاج القرآن کے زیراہتمام امن سیمینار

گلوبل مشن اوئیرنس اور تحریک منہاج القرآن کے زیراہتمام مرکزی سیکرٹریٹ ''پرامن سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا۔ اس سیمینار میں گلوبل مشن اوئیرنس کے صدر ریورنڈ ڈاکٹر لیف ہیتھ لینڈ، ریورنڈ جان پولی مس، ریورنڈ باب فلپس، ریورنڈ بلی برٹن، جاوید اختر بھٹی اور مرقس فدا نے خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر مرکزی قائدین میں سے محترم امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، محترم ناظم اعلیٰ ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، محترم جی ایم ملک اور ڈائریکٹوریٹ آف انٹرفیتھ ریلیشنز تحریک منہاج القرآن کے عہدیداران بھی موجود تھے۔

ڈاکٹر لیف ہیتھ لینڈ نے سیمینار میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ محبت کی زبان ایک ہوتی ہے اور محبت خوف کو ختم کر دیتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے روشنی کی مقدار چاہے بہت ہی کم ہو مگر وہ اندھیرے کو ختم کر دیتی ہے۔ پاکستان محبت کرنے والوں کی سرزمین ہے، ایک دوسرے کو عزت دینے سے محبت بڑھتی ہے اور نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب انسان سے نفرت کی بات نہیں کرتا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مذاہب کے درمیان مکالمے کا عمل شروع کر کے انسانیت کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف ان کے فتویٰ نے پوری دنیا کو فکری و عملی رہنمائی دی ہے۔ شیخ الاسلام کی امن کے قیام کیلئے خدمات قابل ستائش ہیں۔

محترم امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمٰن خان درانی نے کہا کہ منہاج القرآن پوری دنیا میں انسانیت کو امن دینے کیلئے مؤثر کام کر رہا ہے اور شیخ الاسلام کے شب و روز امن و سلامتی کی فکر کو عام کرنے کیلئے وقف ہیں۔ پاکستان اور پوری دنیا میں انہوں نے مذاہب کے درمیان مکالمے کے عمل کو جس مثبت انداز میں شروع کیا اسکے نتائج 6 براعظموں میں نظر آ رہے ہیں۔ وہ سینوں کو سلامتی بانٹنے کے عظیم مشن پر کام کر رہے ہیں اور فرد کی باطنی سلامتی ہی معاشروں کو امن کا گہوارہ بناتی ہے۔

محترم ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مناظرے کی بجائے مشترکات پر اکٹھا کر کے شیخ الاسلام نے بین المذاہب رواداری کا عظیم کام کیا، اب پوری دنیا میں اس کی تقلید ہو رہی ہے۔ کوئی مذہب انسانیت سے نفرت کی بات نہیں کرتا۔ شیخ الاسلام نے ویمبلے ایرینا میں دنیا کے چھ مذاہب کے رہنماؤں اور پیروکاروں کو اکٹھا کر کے پوری دنیا کے امن پسندوں کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف متحرک ہونے کا جو عظیم پیغام دیا وہ وقت کی ضرورت تھا۔ تحریک منہاج القرآن محبت، سلامتی اور امن کی عالمگیر تحریک ہے جس کے مؤثر کام کے اثرات پوری دنیا میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات دنیا کے کروڑوں انسانوں تک پہنچا کر شیخ الاسلام نے غلط فہمیوں کے خاتمے کا جو آغاز کیا ہے وہ آنے والے سالوں میں انسانیت کیلئے بہت ہی زیادہ منافع بخش ہوگا۔

محترم ڈاکٹر مرقس فدا نے کہا کہ منہاج القرآن آ کر ہمیشہ محبت اور سلامتی کی خوشبو ملتی ہے اور ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی کاوشوں سے پاکستان کے اندر خصوصاً غیر مسلموں کو بہت زیادہ تحفظ حاصل ہوا ہے، وہ حقیقی معنوں میں سفیر امن و انسانیت ہیں۔

نائب ناظم اعلیٰ محترم جی ایم ملک نے کہا کہ امن کے یک نکاتی ایجنڈے پر بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب کام کرنا ہو گا اور اسکا آغاز شیخ الاسلام نے بہت سال پہلے کر دیا تھا، ان کی سوچ اور فکر آج پوری دنیا میں نہ صرف امن و سلامتی کا معتبر ترین حوالہ ہے بلکہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کی عملی حکمت دے کر شیخ الاسلام نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

تحریکی سرگرمیاں

لیاری۔ کراچی

تحریک منہاج القرآن لیاری کے زیر اہتمام ''جامعۃ المنہاج لیاری'' نہایت کامیابی کے ساتھ ملک وقوم کے نونہالان کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ جامعۃ المنہاج لیاری کی سالانہ کارکردگی پر مشتمل جامعۃ المنہاج لیاری سوینئر 2011ء کی خوبصورت اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خدمت میں جب یہ سوینئر پیش کیا گیا تو آپ نے اس پر بہت زیادہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے جامعۃ المنہاج لیاری سوینئر 2011ء ''تقدیر لیاری'' دیکھا ہے، بہت خوبصورت شائع ہوا ہے، اس سوینئر میں بچوں کے مقابلہ جات، نماز باجماعت، محافل شبینہ، سالانہ تقریب تقسیم انعامات اور مختلف کھیلوں کے مناظر دیکھ رہا ہوں، آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے اس پر آپ تمام کو اور کراچی کی تنظیم کے تمام لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مرکز پر ہائی اسکولز اور تحفیظ القرآن نے بھی آج تک اتنی اچھی presentation نہیں دی جو جامعۃ المنہاج لیاری نے دی ہے۔ یہ مجلّہ اپنی presentation کے اعتبار سے نمبر ون ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر خواجہ محمد اشرف، ڈاکٹر نعیم انور نعمانی، زاہد لطیف، مسعود عثمانی، علامہ ارشاد حسین سعیدی، زاہد علی راجپوت، علامہ اشتیاق علوی، عبدالقادر لوہار واڈھا، ماسٹر حسن علی لوہارواڈھا، شیخ غلام شبیر، محمد ابراہیم سنگھار، عبدالعزیز قادری، کلیم احمد قادری، سیف الرحمٰن صاحب وغیرہ سب کی کارکردگی قابل تحسین ہے۔ بچوں کے والدین کے تاثرات شائع کرکے آپ نے ایک اچھوتا اور شاندار کام کیا ہے۔ میں آپ تمام احباب کو بہت بہت مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپکی مدد فرمائے اور آپ کو تعلیم وتربیت کے اس عظیم مرکز کو وسعت دینے کے لئے مزید زمین عطا فرمائے۔ اس کا مقام نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان میں دوبالا ہواور یہ بہت عظیم انسٹیٹیوٹ بنے۔ اللہ تعالیٰ جامعۃ المنہاج کے بچوں کو کامیابی عطا فرمائے، ان کا مستقبل روشن کرے اور تمام رفقاء تعاون کرنے والوں، سرپرستی کرنے والوں اور اس عمل میں حصہ لینے والوں کو اللہ تعالیٰ برکتیں عطا فرمائے''۔

پنجاب (رپورٹ: سید توقیر الحسن گیلانی ناظم TMQ پنجاب)

تحریک منہاج القرآن (پنجاب) کی ایگزیکٹو کونسل کا ماہانہ اجلاس گذشتہ ماہ محترم احمد نواز انجم امیر پنجاب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں تمام صوبائی عہدیداران نے اپنی زیرنگرانی تحصیلات کی ماہانہ کارکردگی رپورٹس پیش کیں۔

ماہ اپریل 2012ء کی موصولہ رپورٹس کے مطابق محترم سردار جمعہ خان صوبائی نائب ناظم (پنجاب) نے صوبائی تنظیم میں کارکردگی کے لحاظ سے ایک مرتبہ پھر اول پوزیشن حاصل کی اور MAN OF THE MONTH کا اعزاز حاصل کیا۔ یاد رہے کہ محترم سردار جمعہ خان گزشتہ ماہ بھی صوبائی تنظیم میں کارکردگی کے لحاظ سے اول پوزیشن حاصل کرچکے ہیں۔

اجلاس میں تحصیلی تنظیمات کی ماہانہ کارکردگی رپورٹس بھی پیش کی گئیں۔ جس کے مطابق تحصیل مریدکے کی تنظیم نے صوبہ پنجاب میں ماہ اپریل 2012ء میں تنظیمی کارکردگی لے لحاظ سے اول پوزیشن حاصل کی اور TEHSIL OF THE MONTH کا اعزاز حاصل کیا۔

جملہ صوبائی عہدیداران نے محترم سردار جمعہ خان کو MAN OF THE MONTH اور تحصیل مرید کے کو TEHSIL OF THE MONTH کا اعزاز حاصل ہونے پر مبارکباد پیش کی۔

خیبر پختونخواہ

صوبہ خیبر پختونخواہ کی صوبائی مجلس مشاورت کا اجلاس محترم مشتاق علی خان سہروردی (امیر تحریک خیبر پختونخواہ) کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں محترم ساجد محمود بھٹی (ناظم تنظیمات) نے خصوصی شرکت کی۔ اجلاس میں صوبائی ایگزیکٹو کے علاوہ ڈیرہ اسماعیل خان، پہاڑ پور، پروآ، کوہاٹ چارسدہ، پشاور، نوشہرہ، مردان، صوابی، تخت بھائی، سوات، کالام، بحرین، بونیر، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہری پور، اوگی اور حویلیاں کی تنظیمات نے شرکت کی۔ اجلاس میں سابقہ 9 ماہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا جس کے بعد تمام نظامتوں کو متحرک کرنے کے لیے اقدامات کا فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں زکوٰۃ مہم، اعتکاف اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی آمد کے حوالے سے مختلف تجاویز زیر بحث آئیں۔

بعد ازاں جملہ ممبران نے باہمی مشاورت سے تمام تنظیمات کو ممبر سازی، یونین کونسل، یونٹ سطح کی تنظیم سازی اور حلقات درود کے قیام کے اہداف دیئے۔ اس کے علاوہ بیداری شعور کے حوالے سے شیخ الاسلام کا پیغام عوام الناس تک پہنچانے کا بھی ہدف دیا گیا۔ تنظیمی عہداروں کے لیے تربیتی کیمپس کا شیڈول تیار کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ صوبہ بھر کے تنظیمی احباب کا ایک اجتماعی اور مشترکہ تربیتی کیمپ ماہ جون میں کالام میں کیا جائے گا۔ اجلاس سے گفتگو کرتے ہوئے محترم ساجد محمود بھٹی نے کہا کہ قوم اس وقت بہت سی مشکلات میں گھری ہوئی ہے اور ہمیں اس قوم کو پریشانیوں سے نجات کے لیے منظّم کاوش کرنا ہے، ہمیں اپنی کوتاہیوں کو دور کر کے عمل اور کردار میں مثبت تبدیلی لانا ہوگی۔

سوئی، ضلع ڈیرہ بگٹی۔ بلوچستان (رپورٹ: حاجی عبدالحفیظ)

تحریک منہاج القرآن اور منہاج القرآن یوتھ لیگ سوئی (ضلع ڈیرہ بگٹی) کے عہدیداران کا مشترکہ اجلاس محترم حاجی محمد عارف (صدر تحریک منہاج القرآن سوئی) کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں محترم حاجی فیض محمد حسینی (امیر تحریک سوئی)، محترم مولانا نسیم احمد حسینی (ناظم تحریک)، محترم حافظ عبدالجبار (سینئر نائب صدر)، محترم جمیل اسلم صدیقی (ناظم مالیات)، محترم گل گوہر بگٹی (صدر یوتھ لیگ)، محترم خالد محمود سومرو (سیکرٹری جنرل یوتھ لیگ)، محترم عطاء محمد بگٹی (سینئر نائب صدر یوتھ لیگ)، محترم محمد عاشق حسین (ناظم مالیات یوتھ لیگ)، محترم محمد عثمان (سیکرٹری اطلاعات یوتھ لیگ)، محترم نذر حسین بگٹی (یونٹ

منہاج شریعہ کالج فار ویمن (کراچی)

درس نظامی مع F.A,B.A or I.COM, B.COM

اسلامی ماحول میں جدید تعلیم / تعلیم کے ساتھ تربیت کا خصوصی اہتمام

رابطہ: 0321-2951644/0331-2383350

صدر یوتھ لیگ بگٹی کالونی) اور راقم الحروف نے شرکت کی۔ اجلاس میں مرکز کی طرف سے ملنے والی ہدایات کی روشنی میں اصلاح احوال امت اور فروغ عشق رسول ﷺ کے لئے سرگرمیوں کو مزید منظّم کرنے کے حوالے سے فیصلہ جات کئے گئے۔

ان فیصلہ جات کی روشنی میں سوئی فیلڈ ایریا کی چار مساجد۔۔۔ واچن وارڈ ایریا کی نورانی مسجد۔۔۔ بیلا مسجد لیبر کالونی۔۔۔ مرکزی جامع مسجد گلزار مدینہ۔۔۔ اور کلریکل ایریا کی المدینہ مسجد میں سہ روزہ محافل کا انعقاد کیا گیا۔ ان پروگرامز میں علامہ حافظ محمد اکبر القادری اور جناب علامہ منظور احمد عباسی نے خصوصی خطابات فرمائے۔ ضلع ڈیرہ بگٹی کی تاریخ میں تین روزہ محافل کے ذریعہ مسلسل محافل عشق مصطفی ﷺ منانے کا یہ منفرد انداز بالکل نیا تھا۔ جس کی عوامی حلقوں میں بے انتہا پذیرائی دیکھنے میں آئی۔

بعد ازاں سوئی فینس ایریا میں واقع شہر کی سب سے بڑی مرکزی جامع مسجد گلزار مدینہ اور فینس ایریا سے باہر پرانی شیخ کالونی کی البلال مسجد میں مرکزی لیول کی دو عظیم محافل منعقد ہوئیں۔ ان محافل میں محترم علامہ مولانا ممتاز احمد صدیقی (ناظم منہاج القرآن علماء کونسل لاہور) اور ثناء خوانی کے لئے مشہور و معروف نعت خواں محترم شکیل احمد طاہر خصوصی طور پر لاہور سے تشریف لائے۔ علاوہ ازیں منہاج القرآن یوتھ لیگ اور تحریک منہاج القرآن کی مقامی تنظیمات کی خصوصی دعوت پر مرکزی قائدین محترم ساجد محمود بھٹی (مرکزی ناظم تنظیمات) اور محترم طیب ضیاء (مرکزی سیکرٹری دعوت منہاج القرآن یوتھ لیگ) نے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔

☆ مرکزی جامع مسجد گلزار مدینہ میں منعقدہ پہلی محفل میں محترم دین محمد سیفی نے تلاوت قرآن جبکہ محترم غلام اکبر عطاری، محترم فیض محمد حسینی اور لاہور سے تشریف لائے ہوئے معروف نعت خواں محترم شکیل احمد طاہر نے نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ محترم ساجد محمود بھٹی نے اپنے خطاب میں تحریک منہاج القرآن کا تعارف پیش فرماتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد اور فریم ورک کے بارے میں تفصیلی اظہار خیال فرمایا۔ آخر میں محترم مولانا ممتاز احمد صدیقی (ناظم منہاج القرآن علماء کونسل لاہور) نے خصوصی خطاب فرمایا۔ جلسے کے انعقاد کے بعد منہاج القرآن یوتھ لیگ سوئی کے ناظم مالیات محترم عاشق حسین نے معزز مہمانان گرامی کے اعزاز میں پُرتکلف عشائیہ دیا۔

☆ دوسری عظیم الشان محفل میلاد مصطفی ﷺ کا انعقاد سوئی کے محلّہ پرانی شیخ کالونی کی البلال مسجد میں کیا گیا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت محترم قاری حبیب اللہ نے حاصل کی اور محترم شکیل احمد طاہر نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور فرمائے۔ نقابت کا فریضہ محترم حافظ عبدالخالق نے انجام دیا۔ اس جلسے میں بھی محترم علامہ ممتاز احمد صدیقی نے خصوصی خطاب فرمایا۔ جس میں انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے تعلق درود کے حوالے سے انتہائی پر اثر گفتگو فرمائی۔

☆ صدر تحریک جناب حاجی محمد عارف نے جملہ پروگرامز میں اہم کردار ادا کرنے پر گل گوہر بگٹی (صدر یوتھ)، خالد محمود سومرو (سیکرٹری جنرل یوتھ)، تمام مساجد کی انتظامی کمیٹیوں کے عہدیداران، احتشام الدین، عطاء محمد حسینی، مولانا نیاز احمد حیبانی، بگو خان سیفی، جناب دلوش عطاری، سید وقار عالم شاہ، شہزاد احمد، جناب حاجی دین محمد، حاجی محمد بخش دیناری، جناب عبدالخالق، جناب امیر حمزہ، ظفر اللہ بگٹی، شیر علی حیبانی، قیصر خان، اللہ بخش، ندیم احمد، محمد حنیف بگٹی، یحیٰ خان حیبانی، اللہ داد حیبانی، عبدالطیف اور جملہ احباب کو مبارکباد دیتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا۔

محترم حاجی محمد عنایت قادری کی رحلت

گذشتہ ماہ تحریک منہاج القرآن فیصل آباد کے عظیم رہنما محترم حاجی محمد عنایت قادری اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ تحریک منہاج القرآن فیصل آباد کے روح رواں تھے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن فیصل آباد کے لئے آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ 3 کروڑ سے زائد رقم اکٹھی کر کے پر شکوہ اسلامک سنٹر تعمیر کیا۔ ملک میں آنے والی ہر قدرتی آفت میں متاثرین کی بحالی کے لئے آپ کی طرف سے کی جانے والی خدمات تحریک کا ایک سنہری باب ہے۔ یتیم، بے سہارا اور غریب بچیوں کی شادیوں کے پروگرام کے بانی تھے۔ TMQ فیصل آباد کے زیر اہتمام ہر سال 25 شادیوں کے اہتمام میں گرانقدر خدمات انہیں تحریک منہاج القرآن کے عظیم سپوتوں کی صف اول میں لا کھڑا کرتی ہے۔

ان کی نماز جنازہ مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی نے پڑھائی۔ مرکزی ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی کی قیادت میں اعلیٰ سطحی مرکزی وفد نے خصوصی شرکت کی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان کے وصال پر کینیڈا سے ان کے بھائی اور بیٹوں سے تعزیت کی اور ختم قل شریف کے موقع پر ٹیلی فونک خطاب بھی کیا۔ اللہ کریم پیارے محبوب تاجدار کائنات ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق میں انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)